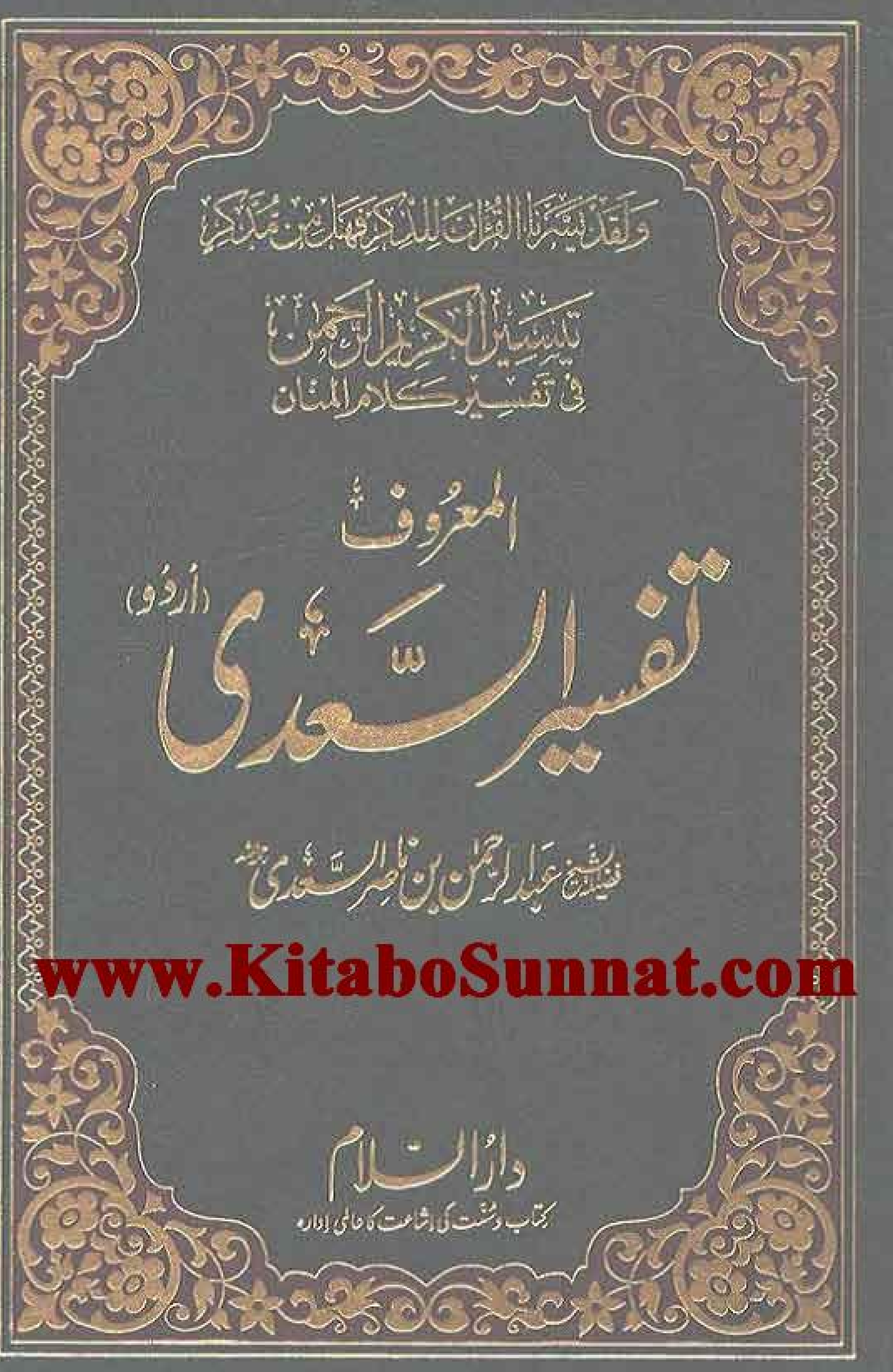

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

تفسیر الشیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر أنیس 19

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبدالرحمان بن ناصر السعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: **حافظ صلاح الدین یوسف** حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: **پروفیسر طیب شاہین لودھی** حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پُشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پا رۃ نمبر انیس 19

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۲۵	سورۃ الفرقان (جا ری)	1862	۱۸ - ۱۹
۲۶	سورۃ الشعرآء	1887	۱۹
۲۷	سورۃ النمل	1931	۱۹ - ۲۰

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ

اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، کیوں نہیں نازل کیے گئے ہم پر فرشتے؟ یا دیکھتے ہم اپنے رب کو البتہ تحقیق

اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى

تکبر کیا انہوں نے اپنے دلوں میں، اور سرکشی کی انہوں نے سرکشی بہت بڑی ○ جس دن وہ دیکھیں گے فرشتوں کو نہیں ہوگی کوئی خوش خبری

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا

اس دن مجرموں کیلئے، اور وہ (فرشتے) کہیں گے (بہشت تم پر) ممنوع ہے، حرام کردی گئی ہے ○ اور قصد کریں گے ہم طرف اسکی جو کیے تھے انہوں نے

مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

کوئی (نیک) عمل، پس بنادیں گے ہم ان کو مانند ذرات اڑائے ہوؤں کے ○

وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید کو جھٹلایا' جن کے دل میں وعید کا خوف ہے نہ خالق سے ملاقات کی امید...... انہوں نے کہا: ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا﴾ یعنی فرشتے کیوں نہ اترے جو تیری رسالت کی گواہی دیتے اور تیری تائید کرتے یا مستقل رسول نازل ہوتے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے وہ ہمارے ساتھ کلام کرتا اور خود کہتا کہ یہ میرا رسول ہے اس کی اتباع کرو؟ رسول (ﷺ) کے ساتھ یہ معارضہ کسی اعتراض کی بناء پر نہیں بلکہ اس کا سبب صرف تکبر' تغلب اور سرکشی ہے۔ ﴿لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے۔'' کیونکہ انہوں نے اس قسم کے اعتراض کیے اور اتنی جسارت کا مظاہرہ کیا۔ اے محتاج اور بے بس لوگو! تم ہو کون جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا مطالبہ کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ رسالت کی صحت کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے دیدار پر موقوف ہے۔ اس سے بڑا تکبر اور کیا ہو سکتا ہے؟ ﴿وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور انہوں نے بڑی سرکشی کی۔'' یعنی انہوں نے حق کے خلاف قساوت اور صلابت کا رویہ اختیار کیا۔ پس ان کے دل پتھر اور فولاد سے زیادہ سخت تھے وہ حق کے لیے نرم پڑتے تھے نہ خیر خواہی کرنے والوں کی آواز پر کان دھرتے تھے' اس لیے ان کو کسی وعظ و نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا اور جب ان کے پاس ان کو ان کے انجام سے ڈرانے والا آیا تو انہوں نے اس کی پیروی نہ کی بلکہ انہوں نے مخلوق میں سب سے زیادہ سچی اور خیر خواہ ہستی کا اور اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کا اعراض و تکذیب کے ساتھ استقبال کیا' اس سے بڑھ کر اور کونسی سرکشی ہو سکتی ہے؟ بنا بریں ان کے اعمال باطل ہو کر اکارت گئے اور وہ سخت خسارے میں مبتلا ہو گئے۔

﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے۔'' جن کے نزول کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا ﴿لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔'' یہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے جرم اور عناد پر جمے رہنے کی بنا پر فرشتوں کو صرف اس وقت دیکھیں گے جب وہ ان کو سزا دینے اور ان پر عذاب

نازل کرنے کے لئے آئیں گے۔ پس یہ پہلا موقع ہوگا جب موت کے وقت ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ (الانعام: ٩٣/٦) ”کاش آپ ان ظالم مشرکوں کو اس وقت دیکھیں، جب یہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے جان قبض کرنے کے لئے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے، (اور کہتے ہوں گے) نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں انتہائی رسوا کن عذاب کی سزا دی جائے گی یہ سزا اس پاداش میں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کیا کرتے تھے۔“

دوسرا موقع وہ ہے جب قبر میں ان کے پاس منکر نکیر آئیں گے، پس وہ ان سے ان کے رب، ان کے نبی اور ان کے دین کے بارے میں پوچھیں گے اور وہ کوئی ایسا جواب نہ دے پائیں گے جو ان کو عذاب سے نجات دلا سکے۔ پس ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی نازل ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیئے جائیں گے۔

تیسرا موقع وہ ہے جب قیامت کے روز فرشتے انہیں جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور پھر ان کو جہنم کے فرشتوں کے حوالے کر دیں گے جو ان کو سزا اور عذاب دینے پر مقرر ہوں گے۔ پس یہی وہ چیز ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں اور اگر وہ اپنے جرائم پر جمے رہے تو لازمی طور پر اس کا سامنا کریں گے اور وہ اس وقت فرشتوں سے پناہ مانگیں گے، ان سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے، لیکن ان کے لئے کوئی فرار کی راہ نہ ہوگی۔

﴿ وَ یَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴾ ”اور وہ کہیں گے یہ محروم ہی محروم کیے گئے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ (الرحمٰن: ٣٣/٥٥) ”اے جن و انس کے گروہ! تمہیں زمین و آسمان کے کناروں سے نکل جانے کی قدرت ہے تو نکل جاؤ، تم طاقت کے سوا نکل نہیں سکتے۔“ ﴿ وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ ﴾ یعنی ان کے وہ اعمال جن کے بارے میں انہیں امید ہے کہ وہ نیکی کے کام ہیں اور ان کے لئے انہوں نے مشقت اٹھائی ہے ﴿ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ ”پس ہم ان کو اڑتے ہوئے ذرات کی طرح کر دیں گے۔“ یعنی ان کا سب کیا دھرا باطل کر دیں گے، وہ گھاٹے میں رہیں گے اور ان کو اجر سے محروم کر دیا جائے گا اور ان کو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ یہ اعمال ایسے شخص سے صادر ہوئے ہیں جس میں ایمان کا فقدان ہے اور جو اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو مخلص مومن، رسولوں کی تصدیق اور ان کی اتباع کرنے والے سے صادر ہو۔

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىِٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا (٢٤)

جنتی لوگ اس دن بہت بہتر ہوں گے باعتبار ٹھکانے کے اور بہت اچھے ہوں گے باعتبار آرام گاہ کے ○

یعنی قیامت کے ہول ناک اور سخت مصیبت والے دن ﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ﴾ ''اہل جنت'' جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' انہوں نے نیک کام کئے اور اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ ﴿ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا ﴾ ''وہ بہتر ہوں گے باعتبار ٹھکانے کے'' جہنمیوں سے ﴿ وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴾ ''اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی۔'' یعنی ان کا ٹھکانا جنت میں ہوگا' وہ آرام اور راحت میں قیلولہ کریں گے کیونکہ وہ کامل نعمتوں پر مشتمل' جن میں تکدر کا کوئی شائبہ تک نہ ہوگا' بہت اچھا اور مکمل طور پر آرام دہ ٹھکانا ہوگا۔ اس کے برعکس اہل جہنم کا ٹھکانا بہت برا ٹھکانا ہوگا...... یہ اسلوب بیان اسم تفضیل کے اس باب سے تعلق رکھتا ہے جس میں دوسری طرف اس میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی کیونکہ اہل جہنم کے ٹھکانے اور قیلولے کی جگہ میں کوئی بھلائی نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ معبودان باطل جنہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رہے ہیں؟'' (النمل: ۲۷/ ۵۹)

وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِکَةُ تَنْزِیْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِ الْحَقُّ

اور جس دن پھٹ جائیگا آسمان ساتھ بادلوں کے اور نازل کئے جائینگے فرشتے (لگاتار) نازل کیے جانا ○ بادشاہی، اس دن حقیقی،

لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَکَانَ یَوْمًا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا ﴿٢٦﴾ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ

رحمٰن ہی کے لیے ہوگی، اور ہوگا وہ دن کافروں پر نہایت سخت ○ اور جس دن دانتوں سے کاٹے گا ظالم اپنے دونوں ہاتھ

یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿٢٧﴾ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا

(اور) کہے گا، اے کاش! پکڑتا (اختیار کرتا) میں رسول کیساتھ راستہ ○ ہائے میری کم بختی! کاش کہ میں نہ پکڑتا فلاں (شخص) کو

خَلِیْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ

دوست ○ البتہ تحقیق گمراہ کیا اس نے مجھے اس ذکر (قرآن) سے بعد اس کے کہ وہ آیا میرے پاس

وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

اور ہے شیطان، انسان کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن کی عظمت' اور اس دن پیش آنے والی سختی اور کرب اور دلوں کو ہلا دینے والے مناظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ ﴾ ''اور جس دن آسمان پھٹ جائے گا ساتھ بادل کے۔'' یہ وہ بادل ہوگا جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں سے نزول فرمائے گا۔ پس آسمان پھٹ جائیں گے اور تمام آسمانوں کے فرشتے نیچے اتر آئیں گے اور صف در صف کھڑے ہو جائیں گے یا تو تمام ایک ہی صف بنا کر تمام خلائق کو گھیر لیں گے یا اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک آسمان کے فرشتے صف بنائیں گے اس کے ساتھ دوسرے آسمان کے فرشتے صف بنائیں گے اور اسی طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے صف در صف موجود ہوں گے مقصد یہ ہے کہ فرشتے نہایت کثرت اور قوت کے ساتھ نازل ہوں گے۔ ان میں سے کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ

کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا۔ (اس روز جب یہ حال ہوگا) تو اس کمزور آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا' اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے کام کیے اور توبہ کیے بغیر گناہوں کا بوجھ اٹھائے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو بادشاہ اور خلاقِ کائنات ہے' ان کے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا جس میں ذرہ بھر ظلم و جور نہ ہوگا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴾ یہ دن اپنی سختی اور صعوبت کی وجہ سے کفار کے لئے بہت کٹھن ہوگا اور ان کے تمام امور ان کے لئے بہت مشکل ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس مومن کا معاملہ آسان اور اس کا بوجھ بہت ہلکا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴾ (مریم:۱۹/۸۵-۸۶) ''جس روز ہم اہل تقویٰ کو اکٹھا کر کے رحمان کے حضور مہمانوں کے طور پر پیش کریں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانک کر لے جائیں گے۔''

﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ﴾ ''بادشاہی اس روز'' یعنی قیامت کے روز ﴿ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ﴾ ''رحمان ہی کے لیے صحیح طور پر ہوگی۔'' یعنی مخلوقات میں سے کسی کے لیے کوئی اختیار یا اختیار و اقتدار کی کوئی صورت نہیں ہوگی جس طرح کہ وہ دنیا میں تھے۔ بلکہ بادشاہ اور ان کی رعایا' آزاد اور غلام' اشرف اور نیچ سب برابر ہوں گے اور جس چیز سے دل کو راحت اور نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز اقتدار کی اپنے اسم مبارک ﴿ الرَّحْمٰنِ ﴾ کی طرف اضافت کی ہے۔ جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر زندہ کے لئے عام ہے' اس نے تمام کائنات کو لبریز کر رکھا ہے' دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے معمور ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہر ناقص کامل ہو جاتا ہے اور اس کی رحمت سے ہر نقص زائل ہو جاتا ہے۔ اس کی رحمت پر دلالت کرنے والے اسمائے حسنیٰ ان اسمائے پر غالب ہیں جو اس کے غضب پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کی رحمت کو اس کے غضب پر سبقت حاصل ہے' اس کی رحمت غضب پر غالب ہے۔ پس اس کے لیے سبقت اور غلبہ ہے۔

یہ کمزور آدمی اس لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسے عزت و تکریم اس لئے عطا کی گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمت کا اتمام کرے اور اسے اپنی نعمت سے ڈھانپ لے۔ لوگ تذلل' خضوع اور انکسار کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر انتظار کریں گے کہ وہ کیا حکم جاری کرتا ہے درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے والدین سے بھی زیادہ رحیم ہے۔ پس آپ کا کیا خیال ہے وہ اپنے بندوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرے گا؟ اور اللہ تعالیٰ صرف اسی کو ہلاک کرے گا جو خود ہلاک ہونا چاہتا ہے' اس کی رحمت کے دائرے سے صرف وہی خارج ہوگا جس پر بدبختی غالب آگئی ہو اور جس پر عذاب واجب ٹھہر گیا ہو۔ ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ ﴾ ''اور جس دن کاٹے گا ظالم'' اپنے شرک' کفر اور انبیاء و رسل کی

تکذیب کی بنا پر ﴿ عَلٰى يَدَيْهِ ﴾ ’’اپنے ہاتھوں کو۔‘‘ تاسف، حسرت اور حزن وغم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا۔ ﴿ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴾ ’’وہ کہے گا، ہائے افسوس! میں نے پکڑا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔‘‘ یعنی رسول (ﷺ) پر ایمان، آپ کی تصدیق اور آپ کی اتباع کا راستہ۔

﴿ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا ﴾ ’’ہائے افسوس، کاش نہ پکڑا ہوتا میں نے فلاں کو۔‘‘ یعنی شیاطین انس وجن کو ﴿ خَلِيْلًا ﴾ یعنی اپنا جگری دوست اور مخلص ساتھی۔ میں نے ان ہستیوں سے عداوت رکھی جو میرے سب سے زیادہ خیر خواہ، میرے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے اور مجھ پر سب سے زیادہ مہربان تھے اور اس کو دوست بنایا جو درحقیقت میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کی دوستی نے بدبختی، خسارے، رسوائی اور ہلاکت کے سوا کوئی فائدہ نہ دیا۔ ﴿ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ﴾ ’’بلاشبہ میرے پاس نصیحت آ جانے کے بعد اس نے مجھے اس سے بھٹکا دیا۔‘‘ کیونکہ اس نے دھوکے اور فریب سے اس کی گمراہی کو اس کے سامنے مزین کر دیا۔

﴿ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ ’’اور ہے شیطان، انسان کو دغا دینے والا۔‘‘ یعنی شیطان انسان کے سامنے باطل کو آراستہ کرتا ہے اور حق کو بری صورت میں پیش کرتا ہے، اسے بڑی بڑی آرزوئیں دلاتا ہے بعد ازاں اس سے علیحدہ ہو کر اس سے براءت کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ قیامت کے روز جب تمام معاملات چکا دیئے جائیں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کے حساب کتاب سے فارغ ہو گا تو شیطان اس روز اپنے پیروکاروں سے کہے گا:

﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ﴾ (ابرٰھیم: ۱٤/۲۲) ’’اور جب تمام معاملات کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا، بے شک اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تمہارے ساتھ جتنے وعدے کیے تھے ان میں کوئی وعدہ پورا نہ کیا، میرا تم پر کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ میں نے تمہیں اپنے راستے کی طرف بلایا اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ پس اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اب میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں نہ تم میری کر سکتے ہو، اس سے پہلے تم نے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا تھا میں اس سے بھی براءت کا اعلان کرتا ہوں۔‘‘

پس بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ پر غور کرے اور اس وقت سے پہلے کہ گناہوں کا تدارک ممکن نہ رہے بندے کو چاہیے کہ اپنے گناہوں کا تدارک کر لے۔ اور اس ہستی کو اپنا دوست بنائے جس کی دوستی میں سعادت ہے اور اسے اپنا دشمن سمجھے جس کو دشمن سمجھنے میں فائدہ اور اس کے دوست بنانے میں سراسر نقصان ہے۔ واللہ الموفق۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (۳۰) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

اور کہیں گے (اللہ کے) رسول، اے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے بنا (ٹھہرا) لیا تھا اس قرآن کو چھوڑا ہوا ○ اور اسی طرح بنائے ہم نے

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا (۳۱)

واسطے ہر نبی کے دشمن مجرموں میں سے اور کافی ہے آپ کا رب ہدایت دینے والا، اور مددگار ○

﴿ وَقَالَ الرَّسُوْلُ ﴾ اور کہا رسول (ﷺ) نے ''اپنے رب کو پکارتے' قرآن سے ان کی روگردانی کا شکوہ کرتے اور ان کے رویے پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے: ﴿ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی ﴾ ''اے میرے رب! میری قوم نے ''جن کی ہدایت اور جن میں تبلیغ کرنے کے لئے تو نے مجھے مبعوث کیا تھا ﴿ اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴾ انہوں نے اس قرآن سے اعراض کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان پر واجب ہے کہ وہ اس کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے' اس کے احکام کو قبول کرتے اور اس کی پیروی کرتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو تسلی دیتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ ان کے گزشتہ آباء واجداد نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ یہ کر رہے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''اور اسی طرح بنایا ہم نے ہر نبی کا دشمن' گناہ گاروں میں سے۔'' یعنی ان لوگوں میں سے جو بھلائی کی صلاحیت رکھتے تھے نہ اس کے لائق تھے بلکہ اس کے برعکس وہ انبیاء ورسل کی مخالفت کرتے تھے' ان کی دعوت کو ٹھکراتے تھے اور باطل دلائل کے ذریعے سے ان کے ساتھ جھگڑتے تھے۔

یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ حق ہمیشہ باطل پر غالب آتا ہے' حق پوری طرح واضح ہوتا ہے کیونکہ باطل کا حق کے ساتھ معارضہ ایک ایسا امر ہے جو حق کو اور زیادہ واضح اور استدلال کو درجہ کمال تک پہنچا دیتا ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل حق کو کس عزت وتکریم سے سرفراز کرے گا اور اہل باطل کے ساتھ کیا سلوک کرے گا' لہٰذا آپ ان کی باتوں پر غمزدہ نہ ہوں اور ان پر حسرت اور غم کے مارے آپ کی جان نہ گھلے۔ ﴿ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا ﴾ ''اور آپ کو راہ دکھانے کے لئے آپ کا رب کافی ہے۔'' پس آپ کو اپنا مطلوب ومقصود اور دنیا وآخرت کے تمام مصالح حاصل ہوں گے۔ ﴿ وَّنَصِيْرًا ﴾ ''اور مددگار بھی۔'' وہ آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد کرے گا آپ کے دینی اور دنیاوی معاملات میں آپ سے تکلیف دہ امور کو دور کرے گا' اس لئے آپ اللہ تعالیٰ ہی کو کافی سمجھئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، کیوں نہیں اتارا گیا اس (رسول) پر (یہ) قرآن اکٹھا ایک بار ہی؟ اسی طرح (اتارا ہم نے) تاکہ ہم مضبوط کردیں

بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (۳۲) وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ

اسکے ذریعے سے آپکا دل اور ہم نے اتارا اسکو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا ○ اور نہیں لاتے وہ آپکے پاس کوئی مثال مگر لاتے ہیں ہم آپکے پاس حق اور

اَحۡسَنَ تَفۡسِيۡرًا ؕ﴿۳۳﴾

بہترین توجیہ ○

یہ کفار کے جملہ اعتراضات میں سے ایک اعتراض ہے جو ان کو ان کے نفس نے سجھایا ہے' چنانچہ ان کا قول ہے: ﴿ لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَةً وَّاحِدَةً ﴾ یعنی وہ کونسی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے تمام قرآن ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا' جیسا کہ اس سے پہلے کتابیں نازل ہوئیں؟ بلکہ اس کا ایک ہی دفعہ نازل ہونا تو زیادہ اچھا ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ ﴾ یعنی اسی طرح ہم نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کیا ہے ﴿ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ ﴾ ''تاکہ ہم اس کے ذریعے سے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔'' کیونکہ جب بھی آپ پر قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا تھا آپ کے اطمینان اور ثابت قدمی میں اضافہ ہو جاتا تھا' خاص طور پر اس وقت جب اسباب قلق وارد ہوتے تو آپ کا اطمینان بڑھ جاتا تھا' کیونکہ کسی قلق کے پیش آنے پر قرآن کا نازل ہونا برمحل ہے اور بہت زیادہ ثبات کا باعث ہے اور اس سے زیادہ فائدہ مند ہے کہ اس واقعہ سے پہلے نازل ہوا ہو اور اس سبب کے وقوع پر یاد آئے۔

﴿ وَرَتَّلۡنٰهُ تَرۡتِيۡلًا ﴾ ''ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے۔'' یعنی ہم نے اسے آہستہ آہستہ بتدریج نازل کیا۔ یہ تمام آیات کریمہ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اعتناء پر دلالت کرتی ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو رسول ﷺ کے احوال اور آپ کے دینی مصالح کے مطابق نازل فرمایا' اس لئے فرمایا: ﴿ وَلَا يَاۡتُوۡنَكَ بِمَثَلٍ ﴾ ''اور یہ لوگ کوئی بھی ایسی مثال آپ کے سامنے پیش نہیں کریں گے۔'' جس سے وہ حق کے ساتھ معارضہ (مقابلہ) کریں اور آپ کی رسالت کا انکار کریں۔ ﴿ اِلَّا جِئۡنٰكَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِيۡرًا ﴾ ''مگر ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ آپ کو بتا دیں گے۔'' یعنی ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا جو اپنے معانی میں جامع' اپنے الفاظ میں واضح اور بیانِ کامل کا حامل ہے۔ اس کے تمام معانی حق اور صداقت پر مبنی ہیں جس میں کسی بھی پہلو سے باطل کا کوئی شائبہ نہیں' تمام اشیاء کے بارے میں اس کے الفاظ اور حدود انتہائی واضح' مفصل اور معانی کو کامل طور پر بیان کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ علم میں بحث کرنے والے محدث' معلم یا واعظ کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے رب کی تدبیر کی پیروی کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے احوال کے مطابق تدبیر فرمائی اسی طرح اس عالم کو چاہیے کو وہ مخلوق کے معاملے کی اسی طرح تدبیر کرے جب بھی کوئی ایسا موجب اور موقع پیش آئے تو موقع کی مناسبت سے لوگوں میں آیات قرآنی' احادیث نبوی اور مواعظ بیان کرے۔

نیز ان آیات کریمہ میں جہمیہ کا رد ہے جو قرآن کریم کی تفسیر میں تکلف سے کام لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

قرآن کی بہت سی نصوص کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول نہیں کیا جائے گا' ان کے اصل معانی ان معانی سے مختلف ہیں جو ظاہر میں سمجھ میں آتے ہیں تب اگر ان کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو قرآن کی یہ تفسیر ''احسن تفسیر'' نہیں ہوگی ان کے زعم باطل کے مطابق' احسن تفسیر تو وہ ہے' جس کے لیے وہ معانی میں تحریف کرتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع

وہ لوگ کہ اکٹھے کیے جائیں گے وہ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف، یہ لوگ بدترین ہیں باعتبار مکان کے اور سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں باعتبار راہ کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے احوال اور ان کے انجام کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ﴾ ''وہ منہ کے بل جمع کیے جائیں گے۔'' یعنی ان کو جمع کیے جانے کا منظر بدترین منظر ہوگا۔ عذاب کے فرشتے انہیں (چہروں کے بل) گھسیٹ رہے ہوں گے ﴿ اِلٰى جَهَنَّمَ ﴾ ''جہنم کی طرف۔'' جس میں ہر قسم کا بدترین عذاب اور عقاب جمع ہے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ یعنی جن کا حال یہ ہے ﴿ شَرٌّ مَّكَانًا ﴾ ان کی جگہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کی جگہ کی نسبت سے بدترین جگہ ہے۔ ﴿ وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ ''اور بہت زیادہ گمراہ راستے والے ہیں۔'' یہ اسلوب بیان اسم تفضیل کے اس باب میں سے ہے جس کے بالمقابل دوسرا پہلو موجود نہیں ہوتا۔ پس اہل ایمان کی جگہ بہترین ٹھکانا ہوگی۔ اس دنیا میں ان کو راہ راست کی طرف راہنمائی عطا کی جاتی ہے اور آخرت میں انہیں نعمت والے باغوں میں داخل کیا جائے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ ج فَقُلْنَا

اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور بنایا تھا ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو مددگار ○ پس کہا ہم نے،

اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ ۭ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا

جاؤ تم دونوں اس قوم کی طرف، جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، پس ہلاک کر دیا ہم نے انہیں (بالکل ہی) ہلاک کرنا ○ اور قوم نوح کو (بھی) جب

كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا

جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو، غرق کر دیا ہم نے انکو، اور بنا دیا ہم نے انہیں لوگوں کیلئے (عبرت کا) نشان' اور تیار کیا ہے ہم نے ظالموں کیلئے عذاب

اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ ج وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا

بہت دردناک ○ اور (ہلاک کر دیا ہم نے) قوم عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو اور (دیگر) قوموں کو درمیان انکے بہت سی ○ اور ہر ایک، بیان کیں ہم نے

لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ

اس کیلئے مثالیں اور سب کو ملیا میٹ کر دیا ہم نے تباہ و برباد کر کے ○ اور البتہ تحقیق وہ آئے (گزرے) ہیں اوپر اس بستی کے کہ جس پر برسائی گئی بارش بری

اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

کیا پس نہیں تھے وہ، کہ دیکھتے وہ اس (بستی) کو؟ بلکہ تھے وہ نہیں امید رکھتے دوبارہ (جی) اٹھنے کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں ان واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے جن کو دیگر آیات میں نہایت شرح و بسط کے

ساتھ بیان فرمایا ہے' تاکہ مخاطبین کو انبیاء و رسل کی تکذیب پر جمے رہنے سے ڈرائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان سے پہلی قوموں پر نازل ہوا تھا' جو ان کے قریب ہی آباد تھیں وہ ان کے واقعات کو خوب جانتے ہیں اور ان کے واقعات بہت مشہور ہیں۔ بعض قوموں کے آثار کا وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں مثلاً حجر کے علاقے میں صالح علیہ السلام کی قوم اور وہ بستی جس پر کھنگر کے پتھروں کی بدترین بارش برسائی گئی تھی۔ ان کا اپنے سفروں کے دوران میں دن رات ان بستیوں پر گزر رہتا ہے۔ وہ قومیں ان سے کوئی زیادہ بری نہیں تھیں اور نہ ان کے رسول ان لوگوں کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہتر تھے۔ ﴿ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴾ (القمر: ٤٣/٥٤) ''کیا تمہارے کفار ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے پہلی کتابوں میں براءت نامہ تحریر کر دیا گیا ہے۔''

جس چیز نے ان کو ایمان لانے سے روک رکھا ہے' حالانکہ وہ نشانیوں کا مشاہدہ کر چکے ہیں' وہ یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی امید نہیں رکھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کی امید رکھتے ہیں نہ اس کی سزا سے ڈرتے ہیں۔ اسی لئے وہ اپنے عناد پر جمے ہوئے ہیں ورنہ ان کے پاس ایسی ایسی نشانیاں آئی ہیں جنہوں نے کوئی شک و شبہ اور کوئی اشکال و ریب باقی نہیں رہنے دیا۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿٤١﴾ اِنْ كَادَ

اور جب وہ دیکھتے ہیں آپ کو تو نہیں پکڑتے وہ آپ کو مگر ٹھٹھا مذاق (کہتے ہیں) کیا یہی ہے وہ جسے بھیجا ہے اللہ نے رسول (بنا کر)؟ ○ تحقیق قریب تھا وہ

لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

کہ گمراہ کر دیتا ہمیں ہمارے معبودوں سے اگر نہ ہوتی یہ بات کہ جمے رہے ہم ان پر اور عنقریب جان لیں گے وہ، جب وہ دیکھیں گے عذاب،

مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿٤٣﴾ۙ

کہ کون زیادہ گمراہ تھا راستے سے؟ ○ کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو کہ بنا لیا اس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو؟ کیا پس آپ ہیں اس کے ذمے دار؟ ○

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ

یا گمان کرتے ہیں آپ کہ بے شک اکثر ان کے سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں ہیں وہ مگر چوپایوں ہی کی طرح،

بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٤٤﴾ ع

بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں باعتبار راستے کے ○

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی تکذیب کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات سے عناد رکھنے والے اور زمین پر تکبر سے چلنے والے جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے استہزاء کرتے ہیں اور آپ کی تحقیر کرتے ہیں' آپ کو معمولی سمجھتے ہوئے حقارت آمیز لہجے میں کہتے ہیں: ﴿ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴾ ''کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے

رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' یعنی یہ مناسب اور لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو رسول بناتا۔ یہ سب کچھ ان کے شدت ظلم' ان کے عناد اور حقائق بدلنے کے سبب تھا کیونکہ ان کے اس کلام سے یہ ذہن میں آتا ہے کہ (معاذ اللہ) رسول (ﷺ) انتہائی خسیس اور حقیر شخص تھے اور اگر رسالت کا منصب کسی اور شخص کو عطا کیا گیا ہوتا تو زیادہ مناسب تھا۔ ﴿ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴾ (الزخرف:٤٣/٣١) ''وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔'' پس یہ کلام کسی جاہل ترین اور گمراہ ترین شخص ہی سے صادر ہو سکتا ہے یا کسی ایسے شخص سے صادر ہو سکتا ہے جو بڑا عناد پسند اور جانتے بوجھتے جاہل ہو۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے نظریات کو رائج کرے اور حق اور حق پیش کرنے والے میں جرح و قدح کرے' ورنہ اگر کوئی شخص' رسول مصطفی محمد بن عبداللہ ﷺ کے احوال پر غور کرے تو وہ آپ کو عقل' علم' ذہانت' وقار' مکارم اخلاق' محاسن عادات' عفت' شجاعت اور تمام اخلاق فاضلہ میں دنیا کا سب سے بڑا شخص' ان کا سردار اور ان کا قائد پائے گا۔ آپ کو حقیر جاننے اور آپ کے ساتھ دشمنی رکھنے والے شخص میں حماقت' جہالت' گمراہی' تناقض' ظلم اور تعدی جمع ہیں جو کسی اور شخص میں جمع نہیں۔ اس کی جہالت اور گمراہی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اس عظیم رسول اور بہترین قائد میں جرح و قدح کرتا ہے۔ اس جرح و قدح سے اس کا مقصد آپ کا تمسخر اڑانا' اپنے باطل نظریات پر ڈٹے رہنا اور ضعیف العقل لوگوں کو فریب دینا ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا: ﴿اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا﴾ ''یقیناً یہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا چلا تھا۔'' کیونکہ یہ سب معبودوں کو ختم کر کے ایک ہی معبود قرار دیتا ہے۔ ﴿لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا﴾ ''اگر ہم ان معبودوں کی عقیدت پر جم نہ گئے ہوتے'' تو اس نے ہمیں گمراہ کر دیا ہوتا۔ وہ سمجھتے تھے...... اللہ ان کا برا کرے...... کہ توحید گمراہی ہے اور ان کے شرکیہ عقائد ہی سراسر ہدایت ہیں' لہٰذا وہ اپنے ان عقائد پر ثابت قدم رہنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے تھے۔ ﴿ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ﴾ (صٓ:٣٨/٦) ''اور سرداران قوم یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ چلو اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو۔''

یہاں ان مشرکین نے کہا: ﴿ لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ﴾ اور صبر سوائے اس مقام کے ہر مقام پر قابل تعریف ہے' کیونکہ یہ اسباب غضب اور جہنم کا ایندھن بننے پر صبر کرنا ہے۔ رہے اہل ایمان تو ان کے رویے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ (العصر:١٠٣/٣) ''وہ ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے ہیں۔''

چونکہ ان کا فیصلہ تھا کہ وہ راہ راست پر گامزن ہیں اور رسول گمراہ ہے حالانکہ یہ بات متحقق ہے کہ ان کے پاس تصرف کی قدرت اور کوئی اختیار نہیں ہے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کی وعید سناتے ہوئے آگاہ فرمایا: ﴿حِیْنَ

﴿يَرَوْنَ الْعَذَابَ﴾ ”کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے“ تب انہیں اس حقیقت کا علم ہوگا کہ ﴿مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ”راہ راست سے کون زیادہ بھٹکا ہوا ہے؟“ ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان: ٢٥/٢٧) ”اور اس روز ظالم اپنا ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا' اور کہے گا کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔“ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی گمراہی ہے کہ انسان اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لے اور جو جی چاہے کرتا رہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ ”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا۔“ کیا آپ کو اس کے حال پر تعجب نہیں' کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ وہ کس گمراہی میں مبتلا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بلند منازل کا مستحق سمجھتا ہے؟ ﴿اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا﴾ ”کیا آپ اس پر وکیل ہوں گے؟“ یعنی آپ کو اس پر نگران مقرر نہیں کیا آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی حد کو پہنچی ہوئی گمراہی پر یہ فیصلہ کیا کہ ان کی عقل اور سماعت کو سلب کر لیا اور گمراہی میں ان کو مویشیوں سے تشبیہ دی جو آواز اور پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے وہ بہرے' گونگے اور اندھے ہیں اس لئے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا' بلکہ یہ تو چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ کیونکہ مویشیوں کو جب ان کا چرواہا راہ دکھاتا ہے تو وہ اس راہ پر چل پڑتے ہیں وہ ہلاکت کی راہوں کو پہچانتے ہیں اس لئے ان سے بچتے ہیں۔ ان چوپایوں کی عاقبت ان گمراہوں کی نسبت زیادہ محفوظ ہے۔ پس اس سے واضح ہو گیا کہ رسول (ﷺ) پر گمراہی کا الزام لگانے والا خود اس وصف کا زیادہ مستحق ہے اور جانور بھی اس سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا

کیا نہیں دیکھا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف کہ کیسے پھیلا دیا اس نے سائے کو؟ اور اگر وہ چاہتا تو البتہ بنا دیتا اسے ساکن پھر بنایا ہم نے

الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿٤٦﴾

سورج کو اس پر راہنما ○ پھر سمیٹ لیا ہم نے اسے اپنی طرف سمیٹنا تھوڑا تھوڑا ○

کیا تم نے اپنی آنکھ اور اپنی بصیرت سے اپنے رب کی قدرت کاملہ اور بے پایاں رحمت کا مشاہدہ نہیں کیا کہ وہ بندوں پر سائے کو پھیلا دیتا ہے اور یہ طلوع آفتاب سے قبل ہوتا ہے۔ ﴿ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ﴾ ”پھر بنایا ہم نے سورج کو اس پر“ یعنی سائے پر ﴿دَلِيْلًا﴾ ”دلیل“ اگر سورج نہ ہوتا تو سایہ نہ پہچانا جاتا کیونکہ تمام اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ ﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا﴾ ”پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا۔“ پس جوں جوں سورج بلند ہوتا ہے تو سایہ آہستہ آہستہ سکڑتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ختم ہو جاتا ہے۔ مخلوق پر سائے اور دھوپ کا یکے بعد دیگرے واقع ہونا جس کا وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں' اسی سے لیل و نہار

ترتیب پاتے ہیں اور ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہیں پھر مختلف موسم ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اور اس سبب سے مخلوق کے بہت سے مصالح حاصل ہوتے ہیں...... یہ تمام امور اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدرت وعظمت کا مالک ہے وہ اپنے بندوں سے کمال رحمت وعنایت سے پیش آتا ہے۔ وہ اکیلا ہی معبود محمود، محبت اور تعظیم کا مستحق اور ذوالجلال والاکرام ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝۴۷

اور وہی ہے (اللہ) جس نے بنایا تمہارے لئے رات کو لباس اور نیند کو (ذریعہ) آرام اور اس نے بنایا دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ○

یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر بے پایاں رحمت اور اس کا لطف وکرم ہے کہ اس نے رات کو تمہارے لئے بمنزلہ لباس بنایا جو تمہیں ڈھانپ لیتی ہے حتیٰ کہ تم رات کے وقت قرار پکڑتے ہو، سو کر آرام کرتے ہو اور نیند کے وقت تمہاری تمام حرکات منقطع ہو جاتی ہیں۔ اگر رات نہ ہوتی تو بندے آرام نہ کر سکتے اور اپنی مصروفیات کو جاری نہ رکھ سکتے اور اس طرح انہیں بہت زیادہ ضرر پہنچتا اور اس کے برعکس اگر ہمیشہ رات رہتی تو بندے کی معاش اور دیگر مصالح معطل ہو کر رہ جاتے۔ مگر دن کو اللہ تعالیٰ نے جی اٹھنے کا وقت بنایا ہے۔ جس میں بندے اپنی تجارت، سفر اور دیگر کاروبار کے لئے پھیل جاتے ہیں اور اس سے ان کے مصالح کا انتظام ہوتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا ہواؤں کو خوش خبری دینے والی پہلے اپنی رحمت (بارش) کے، اور نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی

طَهُوْرًا ۝۴۸ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا

پاک ○ تاکہ زندہ کریں ہم اسکے ذریعے سے مردہ شہر کو اور تاکہ پلائیں ہم وہ پانی، ان چیزوں میں سے جنہیں پیدا کیا ہم نے مویشیوں کو

وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝۴۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ

اور بہت سے انسانوں کو ○ اور البتہ تحقیق پھیر پھیر کر بیان کیا ہم نے اس (قرآن) کو انکے درمیان تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۵۰

پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر کفر کرنے سے (انکار نہیں کیا) ○

یعنی اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے بندوں کو اپنی بے پایاں رحمت سے ڈھانپ لیا ہے اور اپنے رزق کی ان پر اس طرح فراوانی کی کہ اس نے اپنی رحمت یعنی بارش کے آگے آگے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجیں (اور اس کے ذریعے سے اس نے بادلوں پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیئے) ان ہواؤں کے ذریعے سے بادل اٹھتا ہے پھر اکٹھا ہو کر گھٹا کے ٹکڑے بن جاتا ہے، ہوائیں اسے بار آور کرتی ہیں اور پھر اپنے رب اور تصرف کرنے والے کے حکم سے اس گھٹا کو کھینچ کر لاتی ہیں...... تاکہ بارش برسنے سے پہلے بندے بارش کی آمد کی نوید پر خوش ہو جائیں اور بارش کے اچانک آجانے سے پہلے بارش کے لئے تیار ہو جائیں۔

﴿ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾ ’’اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی پاک کرنے والا۔‘‘ جو بندوں کو حدث اور گندگی سے پاک اور میل کچیل کو صاف کرتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی برکت یہ ہے کہ اس نے بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کیا‘ پھر اس سے مختلف قسم کی نباتات اور درخت اگائے جنہیں انسان اور مویشی کھاتے ہیں ﴿ وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴾ یعنی ہم تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو اس پانی سے سیراب کرتے ہیں۔ کیا وہ ہستی‘ جس نے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجیں‘ ان کو متنوع امور پر مامور کیا‘ جس نے آسمان سے پاک اور بابرکت پانی برسایا‘ جس میں بندوں اور ان کے جانوروں کا رزق ہے‘ اس بات کی مستحق نہیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات کا ذکر فرمایا جن کا عینی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور بندوں کی طرف انہیں پھیر دیا تاکہ بندے اپنے رب کو پہچان لیں‘ اس کا شکر ادا کریں اور اس کو یاد رکھیں مگر اس کے باوجود ﴿ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ اکثر لوگوں نے فساد اخلاق اور فساد طبائع کی بنا پر کفر اور ناشکری ہی کا رویہ اختیار کیا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ

اور اگر ہم چاہتے تو البتہ بھیجتے ہم ہر بستی میں ایک ڈرانیوالا ○ پس نہ اطاعت کریں آپ کافروں کی اور جہاد کریں آپ ان سے

بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾

قرآن کے ذریعے سے جہاد خوب زور سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مشیت کے نفوذ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتا‘ یعنی ہر بستی میں ایسا رسول بھیج دیتا جو ان کو گناہوں کے انجام سے ڈراتا۔ پس اس کی مشیت اس سے قاصر نہ تھی مگر اے محمد! (ﷺ) آپ اور اپنے بندوں پر اس کی حکمت اور رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس نے آپ کو سرخ وسیاہ‘ عربی وعجمی اور انس وجن تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا‘ اس لئے ﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ’’پس نہ بات مانیں آپ کافروں کی۔‘‘ یعنی کفار کی بات مان کر اس چیز کو ترک نہ کیجئے جس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے بلکہ اس کی تبلیغ کے لئے پوری کوشش کیجئے۔ ﴿ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ ﴾ ’’اور ان کے ساتھ جہاد کیجئے قرآن کے زور پر‘‘ ﴿ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾ ’’جہاد بہت بڑا۔‘‘ یعنی نصرت حق اور باطل کے قلع قمع کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیے۔ اگرچہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ تکذیب اور جسارت پر جمے ہوئے ہیں تاہم آپ اپنی پوری کوشش کرتے رہیے‘ آپ ان کی ہدایت سے مایوس ہو کر اور ان کی خواہشات کی خاطر تبلیغ کو ترک نہ کیجئے۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا

اور وہی ہے (اللہ) جس نے ملا دیا دو سمندروں کو، یہ میٹھا ہے خوب میٹھا، اور یہ کھارا ہے، نہایت کڑوا اور بنا دیا اللہ نے ان دونوں کے درمیان

بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾

ایک پردہ اور آڑ مضبوط ○

یعنی وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے' ایک لذیذ اور شیریں پانی' اور یہ روئے زمین پر بہنے والے دریا ہیں' دوسرا تلخ اور شور پانی۔ دونوں کی منفعت بندوں کے مصالح کے لئے ہے۔ ﴿وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر رکھا ہے'' جو دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملنے سے روکتا ہے تاکہ منفعت مقصود ضائع نہ ہو۔ ﴿وَحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ اور دونوں کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ حائل ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾

اور وہی ہے (اللہ) جس نے پیدا کیا پانی (منی) سے انسان کو، پھر بنایا اسے نسب (والا) اور سسرال (والا) اور ہے آپکا رب بڑی قدرت والا ○

وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے انسان کو ایک حقیر پانی سے پیدا کیا پھر اس میں سے بے شمار اولاد پھیلائی پھر اس نے نسب اور سسرال کے دو الگ الگ اور اکٹھے سلسلے چلائے ان تمام کا مادہ یہی حقیر پانی ہے اور یہ چیز اس کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾ ''اور آپ کا رب بہت قدرت والا ہے۔'' اور اللہ کا قادر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی عبادت حق ہے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت باطل ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ

اور عبادت کرتے ہیں وہ سوائے اللہ کے ان کی کہ نہیں نفع دے سکتے وہ انہیں اور نہ وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کو،

وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿٥٥﴾

اور ہے کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار ○

یعنی یہ لوگ بتوں اور مردوں کی عبادت کرتے ہیں جو کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ انہوں نے ان معبودان باطل کو نفع و نقصان کے مالک کے ہمسر بنا رکھا ہے' حالانکہ ان پر فرض ہے کہ وہ اپنے رب کے ارشادات کی پیروی کریں اور اس کے دین کا دفاع کریں' لیکن ان کا رویہ اس کے برعکس ہے۔ ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ ''اور ہے کافر اپنے رب کے خلاف مدد کرنے والا۔'' پس باطل جو خود ساختہ بت اور ہمسر ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور کافر اپنے رب کے خلاف ان کی معاونت کر کے اپنے رب کا دشمن بن جاتا ہے اور اس کے خلاف جنگ اور عداوت کا اعلان کرتا ہے' حالانکہ وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا' اسے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت' تسلط اور قبضہ قدرت سے باہر نہیں نکل سکتا اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنے احسان اور بھلائی کو کبھی منقطع نہیں کرتا' لیکن وہ ہے کہ اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت پر ڈٹا ہوا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ

اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا (بناکر) ○ آپ کہہ دیجئے انہیں سوال کرتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کسی صلے کا، مگر جو چاہے یہ کہ

يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ

وہ پکڑے اپنے رب کی طرف راستہ (تو وہ اسے مان لے) ○ اور آپ توکل کیجئے اوپر اس زندہ (اللہ) کے جو نہیں مرتا، اور آپ تسبیح کریں ساتھ اسکی حمد کے،

وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اور کافی ہے اللہ ساتھ گناہوں کے اپنے بندوں کے خبردار ہونے کے اعتبار سے ○ وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ

چھ دن میں، پھر مستوی ہوا عرش پر، (وہی) رحمٰن ہے، پس پوچھ لیں اسکی بابت کسی خبر رکھنے والے سے ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے،

اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ السجدة

السجدة ۵ ع ۱۴

سجدہ کرو تم رحمٰن کو تو کہتے ہیں وہ، اور کیا ہے رحمٰن؟ کیا ہم سجدہ کریں اسے جسکی بابت تو حکم دیتا ہے ہمیں؟ اور زیادہ کر دیا انکو (تبلیغ نے) نفرت میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو لوگوں پر داروغہ بنا کر بھیجا ہے نہ انہیں فرشتہ بنایا ہے اور نہ ان کے پاس چیزوں کے خزانے ہیں اس نے تو آپ کو صرف ﴿مُبَشِّرًا﴾ ''خوشخبری سنانے والا'' بنا کر بھیجا ہے آپ اس شخص کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے ﴿وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ڈرانے والا'' جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کو دنیاوی اور اخروی سزا سے ڈراتے ہیں اور یہ اوامر ونواہی میں سے ان امور کی تبیین کو مستلزم ہے جن کی بشارت دی گئی ہے اور جن سے انذار حاصل ہوتا ہے۔

اے محمد! (ﷺ) آپ قرآن اور ہدایت پہنچانے پر ان سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے کہ یہ چیز ان کو آپ کی اتباع کرنے سے روکتی ہو اور انہیں اس مالی بوجھ کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہو۔ ﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''مگر جو چاہے یہ کہ وہ اپنے رب کی طرف کوئی راستہ پکڑے۔'' یعنی سوائے اس شخص کے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی رضا کی خاطر کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے، تو اس بارے میں بھی میں تمہیں ترغیب دیتا ہوں لیکن تمہیں اس پر مجبور نہیں کرتا اور تمہارے ذمے میرا کوئی اجر نہیں، یہ تو تمہاری اپنی مصلحت اور تمہارے رب کے پاس پہنچانے والے راستے پر تمہارا گامزن ہونا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے رب پر بھروسہ کرنے اور اسی سے مدد مانگنے کا حکم دیا، فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ﴾ ''اور اس زندہ پر بھروسہ کیجیے۔'' یعنی اس ہستی پر بھروسہ کیجئے جس کے لئے کامل اور مطلق زندگی ہے ﴿الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ﴾ ''جو کبھی نہیں مرے گا اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کیجئے اور اپنی ذات اور مخلوق سے متعلق عام امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے۔

﴿وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا﴾ ''اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کے لئے کافی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہے وہ انہیں ان گناہوں کی سزا دے گا۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر ہے نہ ان کے اعمال کی حفاظت آپ کا فرض ہے۔ یہ تمام امور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں ﴿الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى﴾ ''جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ مستوی ہوا۔'' یعنی ان امور کے بعد ﴿عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''عرش پر'' وہ جو تمام مخلوقات کے لئے چھت ہے اور تمام مخلوقات سے بلند' سب سے وسیع اور سب سے خوبصورت ہے۔ ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ ''وہ رحم کرنے والا ہے'' جس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی سب سے زیادہ وسیع صفت کے ساتھ مخلوقات میں سے سب سے زیادہ وسیع مخلوق پر مستوی ہوا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا' وہ ان کے تمام ظاہر و باطن کی اطلاع رکھتا ہے' وہ عرش کے اوپر مستوی اور تمام مخلوق سے جدا ہے۔ ﴿فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا﴾ ''تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کر۔'' اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی ذات کریمہ مراد لی ہے۔ وہی ہے جو اپنے تمام اوصاف اور اپنی عظمت و جلال کا علم رکھتا ہے اور اس نے تمہیں اپنے بارے میں آگاہ فرما دیا ہے اور اس نے تمہارے سامنے اپنی عظمت بیان کر دی ہے۔ جس کے ذریعے سے تم اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہو۔ عارف اس کی معرفت حاصل کر کے اس کے سامنے سرافگندہ ہو گئے اور کفار نے اس کی عبادت سے تکبر کیا اور اس کو عار گردانتے ہوئے اس سے اعراض کیا۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ﴾ ''جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو۔'' یعنی صرف رحمٰن کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ جس نے تمہیں تمام نعمتوں سے نواز رکھا ہے اور تم سے تمام سختیوں کو دور کیا ہے ﴿قَالُوْا﴾ ''تو انہوں نے (انکار کرتے ہوئے) کہا:'' ﴿وَمَا الرَّحْمٰنُ﴾ ''اور رحمان کیا ہے؟'' یعنی وہ اپنے زعم فاسد کے مطابق کہتے ہیں کہ وہ ''رحمٰن'' کو نہیں پہچانتے۔ رسول (ﷺ) کے بارے میں ان کی جملہ جرح و قدح یہ بھی ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت سے روکتا ہے اور خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک اور معبود کو پکارتا ہے اور کہتا ہے «یا رحمٰن» جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (بنی اسراءیل: ١٧/ ١١٠) ''کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو۔ اسے جس نام سے بھی پکارو اس کے سب نام بہت اچھے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے کثرت اوصاف اور تعدد کمال کی بنا پر اس کے نام بھی بکثرت ہیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام اس کی ایک صفت کمال پر دلالت کرتا ہے۔

﴿اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا﴾ ''کیا جس کے لیے تم ہمیں کہتے ہو کہ ہم اس کے آگے سجدہ کریں؟'' یعنی مجرد تیرے

حکم دینے سے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔ ان کا یہ قول رسول (ﷺ) کی تکذیب اور اللہ کی اطاعت کے بارے میں ان کے تکبر پر مبنی ہے۔ ﴿ وَزَادَهُمْ ﴾ ''اور زیادہ کیا ان کو'' یعنی رحمٰن کو سجدہ کرنے کی دعوت نے ﴿ نُفُوْرًا ﴾ ''بدکنے میں'' یعنی ان کے حق سے باطل کی طرف بھاگنے نے ان کے کفر اور ان کی بدبختی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ

بابرکت ہے وہ ذات جس نے بنائے آسمان میں برج اور اس نے بنایا اس میں چراغ (سورج) اور چاند روشن ○ اور وہی ہے،

الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

(اللہ) جس نے بنایا رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا واسطے اس شخص کے جو چاہے یہ کہ نصیحت حاصل کرے وہ، یا چاہے وہ شکر کرنا ○

اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ کریمہ میں (تبارک) کا لفظ تین مرتبہ استعمال فرمایا ہے کیونکہ، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے، یہ لفظ باری تعالیٰ کی عظمت، اس کے اوصاف کی کثرت اور اس کے احسان اور بھلائی کی وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی لامحدود قوت و تسلط، اس کی مشیت کے نفوذ، اس کے علم و قدرت کے عموم، امری و جزائی احکام پر اس کے احاطۂ اختیار اور اس کی کامل حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو اس کی بے پایاں رحمت، اس کے وسیع جود و کرم اور اس کے دینی و دنیاوی احسانات پر دلالت کرتی ہیں یہ تمام اس وصف حسن کے تکرار کا تقاضا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا ﴾ ''اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمانوں میں برج بنائے۔'' یہ عام ستارے ہیں یا سورج اور چاند کی منازل ہیں جہاں وہ منزل بمنزل چلتے رہتے ہیں اور وہ منازل ایسی ہیں جیسے شہروں کی حفاظت کے لئے برج اور قلعے ہوتے ہیں۔ اس طرح ستارے ان برجوں کی مانند ہوتے ہیں جو حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں...... کیونکہ یہ ستارے شیاطین کے لئے شہاب ثاقب ہیں۔ ﴿ وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا ﴾ ''اور اس میں (آفتاب کو) چراغ بنایا۔'' یعنی جس میں روشنی اور حرارت ہو اس سے مراد سورج ہے ﴿ وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴾ ''اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔'' جس میں روشنی ہو مگر حرارت نہ ہو (وہ چاند ہے) یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت اور اس کے بے شمار احسانات کی دلیل ہے، چونکہ اس میں نمایاں تخلیق، انتہائی منظم تدبیر اور عظیم جمال ہے اس لئے یہ اپنے خالق کے تمام اوصاف میں اس کی عظمت پر دلالت کرتی ہے اور چونکہ ان میں مخلوق کے لئے مصالح اور منافع ہیں اس لئے یہ اس کی بھلائیوں کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً ﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔'' یعنی دن رات میں سے ایک جاتا ہے تو دوسرا اس کا پیچھا کرتا ہے یہ سلسلہ یونہی ہمیشہ چلتا رہے گا وہ کبھی اکٹھے ہوں گے نہ کبھی مرتفع ہوں گے۔ ﴿ لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴾ ''اس شخص

کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے۔'' یہ شب و روز اس شخص کے لئے نصیحت ہیں جو ان سے نصیحت حاصل کرنا، عبرت پکڑنا، ان کے ذریعے سے بہت سے مطالب الٰہیہ پر استدلال کرنا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا شکر کرنا چاہتا ہے تو دن یا رات میں اس کے لئے ورد ہے۔ اگر کسی ایک وقت اس سے اس کا ورد فوت ہو جائے تو وہ دوسرے وقت میں اس کی تلافی کر سکتا ہے۔ نیز دل بھی شب و روز کی مختلف گھڑیوں میں، اپنی کیفیات کے اعتبار سے تبدیلیوں کا سامنا کرتے رہتے ہیں انہیں نشاط اور کسل مندی، ذکر اور غفلت، تنگی اور کشادگی اقبال اور اعراض کی کیفیات پیش آتی رہتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے شب و روز کو اس طرح تخلیق فرمایا ہے کہ وہ تسلسل سے باری باری وارد ہوتے رہتے ہیں تاکہ اگر ایک وقت فوت ہو جائے تو دوسرے وقت میں نشاط، ذکر اور شکر کی کیفیت حاصل ہو جائے نیز شب و روز کے تکرار میں عبادات کے اوقات کا تکرار ہے۔ جب بھی عبادات کا وقت دوبارہ آئے گا تو بندے میں ایک نیا ارادہ پیدا ہوگا جو گزشتہ وقت میں اس کی کسل مندی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس طرح اس کے ذکر و شکر میں اضافہ ہوگا نیکیوں کا وظیفہ شجرۂ ایمان کے لئے آب پاشی کی حیثیت رکھتا ہے جس سے ایمان بڑھتا چلا جاتا ہے اگر یہ نہ ہو تو ایمان کا پودا مرجھا کر سوکھ جاتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی خوبصورت پیرائے میں کامل ترین حمد ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان بے شمار بھلائیوں اور احسانات کا ذکر کیا ہے جن سے اس نے اپنے نیک بندوں کو نوازا اور انہیں نیک اعمال کی توفیق سے سرفراز کیا جو انہیں جنت میں بلند ترین مقامات پر فائز کریں گے چنانچہ فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ

اور رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر آہستگی (وقار اور عاجزی) سے اور جب بات کرتے ہیں ان سے جاہل (لوگ)

قَالُوْا سَلٰمًا (٦٣) وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (٦٤) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

تو وہ کہتے ہیں سلام ہے ○ اور وہ لوگ جو رات گزارتے ہیں اپنے رب کیلئے سجدے اور قیام کرتے ہوئے ○ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں، اے ہمارے رب!

اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (٦٥) ۖ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

پھیر دے ہم سے عذاب جہنم کا، بلاشبہ عذاب اس کا ہے چمٹنے والا، دائمی ○ بے شک وہ (جہنم) بری ہے جگہ ٹھہرنے کی

وَّمُقَامًا (٦٦) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (٦٧)

اور قیام کرنے کی ○ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہیں بیجا خرچ کرتے وہ اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ہوتا ہے (خرچ کرنا انکا) درمیان اسکے معتدل گزران ○

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور وہ لوگ کہ نہیں پکارتے وہ ساتھ اللہ کے دوسرے معبود کو، اور نہیں قتل کرتے وہ اس جان کو جسے (مارنا) حرام کیا ہے اللہ نے مگر ساتھ حق کے

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا (٦٨) ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ

اور نہیں وہ زنا کرتے اور جو کوئی کریگا یہ کام، وہ ملے گا گناہ (کی سزا) کو ○ دگنا کیا جائیگا اس کیلئے عذاب دن قیامت کے، اور وہ ہمیشہ رہیگا

فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ

اس میں ذلیل ہو کر ○ مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے عمل کیا عمل نیک، تو یہ لوگ ہیں کہ بدل دے گا اللہ

سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ

انکی برائیوں کو اچھائیوں سے اور ہے اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ○ اور جو کوئی توبہ کرے اور عمل کرے نیک، پس بلاشبہ وہ شخص تو رجوع کرتا ہے

اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾

اللہ کی طرف رجوع کرنا ○ اور وہ لوگ کہ نہیں شہادت دیتے وہ جھوٹی اور جب گزرتے ہیں وہ ساتھ لغو کاموں کے تو وہ گزر جاتے ہیں عزت و وقار سے ○

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ

اور وہ لوگ کہ جب وہ نصیحت کیے جاتے ہیں اپنے رب کی آیتوں کیساتھ تو نہیں گر پڑتے وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر ○ اور وہ لوگ کہ

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! عطا کر ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ٹھنڈک آنکھوں کی اور بنا ہمیں متقیوں کا امام ○

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ

یہ لوگ جزا دیے جائیں گے وہ بالا خانے (جنت میں) بوجہ اسکے کہ صبر کیا انہوں نے، اور استقبال کیے جائیں گے وہ انمیں دعا اور سلام کیساتھ ○ ہمیشہ رہیں گے وہ

فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ

اس میں، اچھی ہے وہ قرار گاہ اور قیام گاہ ○ آپ کہہ دیجیے نہیں پروا کرتا تمہاری میرا رب، اگر نہ ہوتا دعاء کرنا تمہارا، پس تحقیق

كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع

جھٹلایا ہے تم نے حق کو سو عنقریب ہوگی (سزا اس کی) لازمی ○

اللہ تعالیٰ کی عبودیت کی دو اقسام ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی بنا پر اس کی عبودیت: یہ عبودیت مسلمان اور کافر نیک اور بد تمام مخلوق میں مشترک ہے تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی غلام اس کی ربوبیت کی محتاج اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہے۔ ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (مریم: ۱۹/۹۳) ''آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ سب رحمان کے حضور بندوں کی حیثیت سے حاضر ہوں گے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ کی الوہیت اس کی عبادت اور اس کی رحمت کے سبب سے اس کی عبودیت: یہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء و مرسلین اور اس کے اولیاء کی عبودیت ہے اور یہاں عبودیت کی یہی قسم مراد ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی اضافت اپنے اسم مبارک (رحمن) کی طرف کی جو اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب سے اس مقام پر پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ان کی صفات سب سے کامل اور ان کی نعت سب سے افضل

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ﴾ ''وہ زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے سامنے نہایت پرسکون متواضع ہوتے ہیں۔ وقار، سکون اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے تواضع اور انکساران کا وصف ہے۔ ﴿ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ ﴾ ''اور جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں۔'' یعنی جہالت پر مبنی خطاب اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فعل کی اضافت اور اس کی نسبت اس وصف کی طرف ہے ﴿ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ ''تو سلام کہتے ہیں۔'' یعنی وہ انہیں اس طریقے سے خطاب کرتے ہیں جس سے وہ گناہ اور جاہل کی جہالت کے مقابلہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ان کے حلم، برائی کے بدلے احسان، جاہل سے عفو و درگزر اور وفور عقل کی مدح ہے جس نے انہیں اس بلند مقام پر فائز کیا۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کے حضور سجدہ کرکے اور قیام کرکے راتیں بسر کرتے ہیں۔'' یعنی راتوں کے وقت بہت کثرت سے نماز پڑھتے ہیں، اپنے رب کے سامنے اخلاص اور تذلل کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (السجدۃ: ٣٢/١٦، ١٧) ''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں عطا کیا ہے، اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ کسی متنفس کو خبر نہیں کہ کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے نیک اعمال کے بدلے میں ان کے لئے چھپا رکھا گیا ہے۔'' ﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ﴾ ''اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھ۔'' یعنی اسباب عصمت کے ذریعے سے اور ہمارے ان گناہوں کو بخش کر جو موجب عذاب ہیں، ہم سے جہنم کے عذاب کو دور فرما۔ ﴿ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴾ ''بے شک اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔'' یعنی جہنم کا عذاب جہنمیوں سے چپک جائے گا۔ جیسے قرض خواہ مقروض سے چپک جاتا ہے۔ ﴿ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴾ ''بلاشبہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔'' یہ ان کی طرف سے اپنے رب کے سامنے عاجزی اور شدت احتیاج کا اظہار ہے۔ نیز یہ کہ ان میں اتنی طاقت نہیں کہ اس عذاب کو برداشت کرسکیں...... نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھیں کیونکہ سختی کو دور کرنا بھی اس کی شدت اور برائی کے مطابق ہوتا ہے اور سختی جس قدر زیادہ شدت سے واقع ہوگی، اس کے ہٹائے جانے سے خوشی بھی اسی قدر زیادہ ہوگی۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا ﴾ ''اور وہ جب خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی نفقات واجبہ و مستحبہ ﴿ لَمْ يُسْرِفُوْا ﴾ ''تو اسراف نہیں کرتے۔'' یعنی وہ حد اعتدال سے آگے بڑھ کر تبذیر اور حقوق واجبہ سے بے اعتنائی کی حدود میں داخل نہیں ہوتے ﴿ وَلَمْ يَقْتُرُوْا ﴾ اور نہ نفقات میں تنگی کرکے بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں ﴿ وَكَانَ ﴾

’’اور ہوتا ہے‘‘ یعنی ان کا خرچ کرنا۔ ﴿ بَیْنَ ذٰلِکَ ﴾ اسراف اور بخل کے بین بین ﴿ قَوَامًا ﴾ ’’اعتدال کی راہ پر۔‘‘ وہ ان مقامات پر خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنا واجب ہے مثلاً زکوٰۃ‘ کفارہ اور نفقات واجبہ وغیرہ۔ نیز ان مقامات پر خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنا مناسب ہو اور اس سے نقصان نہ پہنچتا ہو۔ یہ ان کے عدل و انصاف اور اعتدال کی دلیل ہے۔

﴿ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ ’’اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔‘‘ بلکہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر کے غیر اللہ سے منہ موڑ کر یکسوئی کے ساتھ اس کی طرف توجہ کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں ﴿ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ ﴾ ’’اور جس جان کا مار ڈالنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے۔‘‘ اس سے مراد مسلمان اور معاہد کافر ہے ﴿ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ ’’مگر جائز طریق پر۔‘‘ مثلاً قتل کے قصاص میں قتل کرنا‘ شادی شدہ زانی کو زنا کی پاداش میں قتل کرنا اور اس کافر کو قتل کرنا جس کو قتل کرنا جائز ہو۔ ﴿ وَلَا یَزْنُوْنَ ﴾ ’’اور وہ زنا نہیں کرتے۔‘‘ بلکہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ﴿ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ ﴾ (المؤمنون: ۲۳/۶) ’’سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملکیت میں ہوں۔‘‘ ﴿ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ﴾ ’’اور جو یہ کام کرے گا‘‘ یعنی جو کوئی شرک اور زنا کا ارتکاب کرے گا اور ناحق قتل کرے گا تو عن قریب ﴿ یَلْقَ اَثَامًا ﴾ ’’وہ گناہ کا بدلہ پائے گا۔‘‘

پھر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ ﴾ ’’قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب ہوگا‘ اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔‘‘ یعنی وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا ﴿ مُهَانًا ﴾ ’’رسوائی کے ساتھ۔‘‘ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کوئی ان تمام افعال کا ارتکاب کرتا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اسی طرح شرک کا مرتکب بھی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اسی طرح ان تینوں گناہوں میں سے ہر گناہ کے ارتکاب پر سخت عذاب کی وعید ہے۔ کیونکہ یہ گناہ یا تو شرک ہے یا کبیرہ گناہ ہے۔ رہا قاتل اور زنا کار کا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا تو قرآن اور سنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں کہ وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ تمام اہل ایمان جہنم سے نکال لئے جائیں گے‘ کوئی مومن جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا خواہ اس نے کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کیوں نہ کئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ انہیں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ تینوں سب سے بڑے گناہ ہیں۔ شرک فساد ادیان‘ قتل فساد ابدان اور زنا فساد عزت و ناموس ہے۔

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ ﴾ ’’مگر جس نے توبہ کی۔‘‘ یعنی جس نے ان گناہوں اور دیگر گناہوں سے توبہ کی‘ اس نے فی الفور ان گناہوں کو ترک کر دیا‘ ان گناہوں پر نادم ہوا اور پختہ عزم کر لیا کہ اب وہ دوبارہ گناہ نہیں کرے گا ﴿ وَاٰمَنَ ﴾ ’’اور ایمان لایا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر ایمان لایا جو گناہوں کو ترک کرنے اور نیکیوں کے اکتساب

کا تقاضا کرتا ہے ﴿وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾ ''اور اچھے کام کیے۔'' یعنی وہ ایسے نیک کام کرتا ہے جن کا شارع نے حکم دیا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے۔ ﴿فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾ ''تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔'' یعنی ان کے وہ افعال اور اقوال جو برائی کی راہ میں سرانجام پانے کے لئے تیار تھے' نیکیوں میں بدل جاتے ہیں' چنانچہ ان کا شرک ایمان میں بدل جاتا ہے' ان کی نافرمانی اطاعت میں' اور وہ برائیاں جن کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا' بدل جاتی ہیں۔ پھر ان کا وصف یہ بن جاتا ہے کہ جو بھی گناہ ان سے صادر ہوتا ہے تو وہ اس کے بعد توبہ کرتے اور انابت و اطاعت کا راستہ اختیار کرتے ہیں' جس سے وہ گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں' جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جو اس شخص کے بارے میں ہے جس کے بعض گناہوں کا اللہ تعالیٰ محاسبہ کرے گا اور ان گناہوں کو اس کے سامنے شمار کرے گا پھر ہر برائی کو نیکی میں بدل دے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا ''اے میرے رب! میری تو بہت سی برائیاں تھیں جو مجھے یہاں دکھائی نہیں دیتیں۔''① واللہ اعلم

﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا﴾ ''اور اللہ تو بخشنے والا ہے۔'' جو توبہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ تمام بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ ﴿رَّحِيْمًا﴾ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے' اس نے ان کو ان کے گناہ کرنے کے بعد توبہ کی طرف بلایا ہے' پھر انہیں توبہ کی توفیق عطا کی اور ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔

﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ ''اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' یعنی بندے کو معلوم ہونا چاہیے کہ توبہ کمال کا بلند ترین مقام ہے کیونکہ توبہ اس راستے کی طرف رجوع ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے میں بندے کی عین سعادت اور فلاح ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ توبہ میں اخلاص سے کام لے اور توبہ کو اغراض فاسدہ کے تمام شائبوں سے پاک رکھے۔

اس سے مقصود دراصل بندوں کو تکمیل توبہ نیز بہترین اور جلیل القدر انداز سے اس کی اتباع کی ترغیب دینا ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی طرف توجہ فرمائے اور' توبہ کی تکمیل کے مطابق' پورا پورا اجر عطا کرے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ یعنی جو لوگ جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے «الزور» سے مراد حرام قول و فعل ہے۔ پس وہ ان تمام مجالس سے اجتناب کرتے ہیں جو اقوال محرمہ یا افعال محرمہ پر مشتمل ہوتی ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ کی آیات میں باطل انداز سے گفتگو میں مشغول ہونا اور جھگڑنا' غیبت' چغلی' سب و شتم' قذف و استہزا' حرام گانا بجانا' شراب پینا' ریشم کے بچھونے اور تصاویر وغیرہ۔ جب وہ جھوٹ میں حاضر ہونے سے اجتناب کرتے ہیں تو

---

① صحیح مسلم' الایمان' باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها' ح: ١٩٠

جھوٹی بات کہنے اور جھوٹے فعل کے ارتکاب سے بدرجہ اولیٰ بچتے ہوں گے۔ جھوٹی گواہی جھوٹی بات میں داخل ہے اور یہ بھی بدرجہ اولیٰ اس آیت کریمہ میں داخل ہے۔ ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ﴾ ''اور جب وہ بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرتے ہیں۔'' (لغو) سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو، مثلاً بیوقوف لوگوں کا کلام ﴿مَرُّوْا كِرَامًا﴾ ''تو باوقار انداز سے گزر جاتے ہیں۔'' یعنی وہ لغویات میں مشغول ہونے سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ لغویات میں مشغول ہونا خواہ ان میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو، سفاہت ہے جو انسانیت اور مروت کے منافی ہے بنابریں وہ اپنے لئے اسے پسند نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ﴾ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان لغویات میں حاضر ہونا اور انہیں سننا ان کا مقصد نہیں بلکہ اگر کسی لغوبات کا کہیں سامنا ہو جاتا ہے تو نہایت باوقار طریقے سے اپنے آپ کو وہاں سے بچا لیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور وہ لوگ جب ان کو ان کے رب کی آیات کے ذریعے سے سمجھایا جاتا ہے۔'' جن کو سننے اور جن سے راہنمائی حاصل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ﴿لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا﴾ ''تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے۔'' یعنی ان سے روگردانی نہیں کرتے۔ وہ آیات الٰہی کو بہرے بن کر سنتے ہیں نہ اپنے قلب و نظر کی توجہ کو کسی دوسری طرف کرتے ہیں، جس طرح اس پر ایمان نہ لانے والوں اور اس کی تصدیق نہ کرنے والوں کا رویہ ہوتا ہے۔ ان کا آیات الٰہی کے سماع کے وقت یہ حال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (السجدة: ۱۵/۳۲) ''ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔'' وہ اپنے آپکو آیات الٰہی کا محتاج سمجھتے ہوئے انہیں قبول کرتے ہیں اور انکے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا﴾ ''اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمیں عطا کر ہماری بیویوں کی طرف سے'' یعنی ہمارے ہم عصروں، ہمارے ساتھیوں اور ہماری بیویوں کی طرف سے ﴿وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ﴾ ''اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔'' یعنی ان کے ذریعے سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

جب ہم ان اللہ کے نیک بندوں کے احوال و اوصاف کا استقراء کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلند ہمت اور عالی مرتبہ لوگ ہیں، اس لیے ان کی آنکھیں تب ہی ٹھنڈی ہوں گی جب وہ انہیں اپنے رب کے حضور مطیع، اس کے متعلق جاننے والے اور نیک اعمال کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ گویا کہ ان کی یہ دعا جو ان کی بیویوں اور ان کی اپنی اولاد کی اصلاح کے لیے ہے، درحقیقت وہ ان کے اپنے ہی لیے ہے۔ کیونکہ اس دعا کا فائدہ خود انہی کی طرف لوٹتا ہے، اس لئے انہوں نے اس کو اپنے لیے ہبہ قرار دیتے ہوئے یوں کہا: ﴿هَبْ لَنَا﴾ ''ہمیں عطا

فرما،‘‘ بلکہ ان کی دعا کا فائدہ عام مسلمانوں کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ مذکورہ لوگوں کی اصلاح سے بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوگی جو ان سے متعلق ہیں اور جو ان سے مستفید ہوتے ہیں۔

﴿ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾ اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔‘‘ یعنی اے ہمارے رب! ہمیں بلند درجہ یعنی صدیقین اور اللہ کے صالح بندوں کے درجے پہ پہنچا دے اور وہ ہے امامت دینی کا درجہ‘ نیز یہ کہ وہ اپنے اقوال و افعال میں اہل تقویٰ کے لئے نمونہ بن جائیں لوگ ان کے افعال کی پیروی کریں اور ان کے اقوال پر مطمئن ہوں اور اہل خیر ان کے پیچھے چلیں اور ان سے راہنمائی حاصل کریں۔

یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی چیز تک پہنچنے کی دعا ایسی چیز کی دعا ہے جس کے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہوتی۔ یہ درجہ...... امامت دین کا درجہ...... صبر و یقین کے بغیر اس درجہ کی تکمیل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ (السجدۃ: ٣٢/ ٢٤) ’’جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے رہے‘ تو ہم نے ان کے اندر راہنما پیدا کر دیئے جو ہمارے حکم سے راہنمائی کرتے تھے۔‘‘

یہ دعا اعمال صالحہ‘ اطاعت الٰہی پر استقامت اور ثابت قدمی‘ معاصی سے باز رہنے‘ المناک تقدیر پر صبر کرنے‘ علم کامل...... جو صاحب علم کو درجۂ یقین پر فائز کرتا ہے...... خیر کثیر اور عطائے جزیل کو مستلزم ہے۔ نیز یہ دعا اس امر کو بھی مستلزم ہے کہ وہ انبیاء و مرسلین کے بعد مخلوق میں بلند ترین درجہ پر فائز ہوں۔ چونکہ وہ بلند ہمت اور بلند مقصد لوگ ہیں اس لئے ان کی جزا بھی ان کے عمل کی جنس سے ہوگی‘ اللہ تعالیٰ انہیں جزا کے طور پر بلند منازل عطا کرے گا‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ ’’ان لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے۔‘‘ یعنی انہیں بلند منازل اور خوبصورت مساکن عطا کئے جائیں گے اور ان کے لئے ہر وہ چیز جمع ہوگی جس کی دل خواہش کرے گا اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ یہ سب کچھ انہیں ان کے صبر کی بنا پر عطا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ (الرعد: ١٣/ ٢٣‘ ٢٤) ’’فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہ سب کچھ اس بنا پر عطا ہوا کہ تم نے صبر کیا تھا‘ کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔‘‘ اس لئے یہاں فرمایا: ﴿ وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴾ ’’اور وہ ان سے دعا و سلام سے ملاقات کریں گے۔‘‘ یعنی ان کو ان کے رب کی طرف سے سلام بھیجا جائے گا‘ عالی قدر فرشتے ان کو سلام کہیں گے اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے اور وہ ہر قسم کے تکدر اور ناخوشگواری سے محفوظ ہوں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وقار‘ سکینت‘ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے لئے تواضع اور انکسار‘

حسن ادب‘ بردباری‘ وسعت اخلاق‘ جہلاء سے درگزر اور اعراض‘ ان کے برے سلوک کے مقابلے میں حسن سلوک‘ تہجد‘ اس میں اخلاص‘ جہنم سے خوف‘ اس (جہنم) سے اپنی نجات کے لئے اپنے رب کے سامنے گڑگڑانے‘ اللہ تعالیٰ کے راستے میں واجب اور مستحب نفقات میں سے خرچ کرنے اور اس میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے جیسے اوصاف سے ان کو موصوف کیا ہے۔ جب خرچ کرنے میں‘ جس کے بارے میں عادۃً افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے‘ وہ اعتدال کو اختیار کرتے ہیں تو دیگر معاملات میں ان کی میانہ روی تو بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ وہ کبائر سے محفوظ ہیں‘ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص‘ جان اور ناموس کے معاملات میں عفت اور کسی گناہ کے صادر ہونے پر توبہ جیسی صفات سے متصف ہیں نیز وہ ایسی تقریبات اور مجالس میں حاضر نہیں ہوتے جن میں منکرات اور قولی و فعلی فسق وفجور ہو اور نہ وہ خود اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ لغویات اور ایسے گھٹیا افعال سے اپنے آپ کو بچائے رکھتے ہیں‘ جن میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ چیز ان کی مروت‘ انسانیت اور ان کے کمال کو مستلزم ہے نیز اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ قولی و فعلی طور پر خسیس افعال سے بالا و بلند تر ہیں۔

وہ آیات الٰہی کا قبولیت کے ساتھ استقبال کرتے ہیں‘ ان کے معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں‘ ان پر عمل کرتے ہیں‘ ان کے احکام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کو کامل ترین طریقے سے پکارتے ہیں جس سے وہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے متعلقین فائدہ اٹھاتے ہیں‘ اور ان کی اولاد اور ان کی بیویوں کی اصلاح سے تمام مسلمان فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ان تمام امور کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں‘ انہیں نصیحت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ رکھتے ہیں کیونکہ جو کوئی کسی چیز کی خواہش کرتا ہے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے وہ لازمی طور پر اس کے لئے اسباب بھی اختیار کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بلند ترین درجات پر پہنچنے کی دعا کرتے ہیں جہاں تک پہنچنا ان کے لیے ممکن ہے اور وہ امامت اور صدیقیت کا درجہ ہے...... اللہ کی قسم! یہ کتنی بلند مرتبہ صفات ہیں‘ یہ کتنی بلند ہمتی ہے‘ یہ کتنے جلیل القدر مقاصد ہیں‘ یہ نفوس کتنے پاک اور یہ قلوب کتنے طاہر ہیں‘ یہ چنے ہوئے لوگ کتنے پاکیزہ اور یہ سادات کتنے متقی ہیں! یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل‘ اس کی نعمت اور اس کی رحمت ہے جس نے ان کو ڈھانپ لیا ہے اور یہ اس کا لطف وکرم ہے جس نے ان کو ان بلند مقامات تک پہنچایا۔

اللہ کی قسم! یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عنایت ہے کہ اس نے ان کے سامنے اپنے ان بلند ہمت بندوں کے اوصاف بیان فرمائے‘ ان کی نشانیاں بیان کیں‘ ان کے سامنے ان کی ہمت اور عزائم آشکارا کئے اور ان کا اجر واضح کیا تاکہ ان میں بھی ان اوصاف سے متصف ہونے کا اشتیاق پیدا ہو اور یہ بھی اس راستے میں جدوجہد کریں اور وہ اس ہستی سے سوال کریں‘ جس نے اپنے ان بندوں پر احسان کیا‘ جس نے ان کو اکرام وتکریم سے سرفراز فرمایا اور جس کا فضل وکرم ہر زمان ومکان میں ہر وقت اور ہر آن عام ہے...... کہ وہ انہیں بھی ہدایت سے نوازے جیسے

ان کو ہدایت سے نوازا ہے اور اپنی تربیت خاص کے ذریعے سے ان کی بھی سرپرستی فرمائے جیسے ان کی سرپرستی فرمائی ہے۔ اے اللہ! ہر قسم کی ستائش کا صرف تو ہی مستحق ہے' میں صرف تیرے ہی پاس شکوہ کرتا ہوں' تجھ ہی سے اعانت طلب کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ مجھ میں گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی مگر صرف تیری توفیق کے ساتھ۔

ہم خود اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں اور اگر تو ہمیں نیکی کرنے کی توفیق عطا کر کے نیکی کو ہمارے لئے آسان نہ کرے تو ہم ذرہ برابر بھی نیکی کرنے کی قدرت نہیں رکھتے' ہم ہر لحاظ سے نہایت کمزور اور عاجز بندے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اگر تو ایک لمحے کے لئے بھی ہمیں ہمارے نفس کے حوالے کر دے تو گویا تو نے ہمیں کمزوری' عجز اور گناہ کے حوالے کر دیا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم صرف تیری رحمت پر بھروسہ کرتے ہیں جس کی بنا پر تو نے ہمیں پیدا کیا' ہمیں رزق عطا کیا' ہمیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے سرفراز کیا اور تکلیفوں اور سختیوں کو ہم سے دور کیا' ہم پر ایسی رحمت کا سایہ کر جو ہمیں تیری رحمت کے سوا ہر رحمت سے بے نیاز کر دے۔ پس جو کوئی تجھ سے سوال کرتا ہے اور تجھ سے امیدیں باندھتا ہے وہ کبھی خائب و خاسر نہیں ہوتا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی اپنی رحمت کی طرف اضافت کی ہے اور ان کے فضل وشرف کی وجہ سے ان کو اپنی عبودیت سے مختص کیا ہے اس لیے کسی کو یہ وہم لاحق ہو سکتا ہے کہ ان مذکورہ لوگوں کے سوا وہ بذات خود اور دوسرے لوگ عبودیت میں داخل کیوں نہیں ہو سکتے؟ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس کو ان مذکورہ لوگوں کے سوا کسی کی پروا نہیں۔ اگر تم نے دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ میں اسے نہ پکارا ہوتا تو وہ تمہاری کبھی پروا کرتا نہ تم سے محبت کرتا' چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴾ ''کہہ دیجیے! اگر تم اللہ کو نہ پکارتے تو میرا رب بھی تمہاری کچھ پروا نہ کرتا۔ پس تم نے تکذیب کی ہے سو اس کی سزا لازم ہوگی۔'' یعنی عذاب تم سے اس طرح چپک جائے گا جس طرح قرض خواہ مقروض سے چپک جاتا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور اپنے مومن بندوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

تفسیر سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ (٢٦) مَكِّيَّةٌ (٤٧)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ٢٢٧
رُكُوْعَاتُهَا ١١

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③

طٰسٓمّٓ ○ یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی ○ شاید کہ آپ ہلاک کر ڈالیں اپنے آپکو اسلئے کہ نہیں ہوتے وہ ایمان لانے والے ○

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ

اگر ہم چاہیں تو نازل کر دیں ان پر آسمان سے کوئی نشانی، پس ہو جاتیں انکی گردنیں اس کیلئے جھکنے والیں ○ اور نہیں آتی انکے پاس

مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ

کوئی نصیحت رحمٰن کی طرف سے نئی، مگر ہوتے ہیں وہ اس سے اعراض کرنیوالے○ پس تحقیق جھٹلایا انہوں نے، پس عنقریب آئینگی انکے پاس

اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ

خبریں اس چیز کی کہ تھے وہ ساتھ اسکے استہزاء کرتے○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے زمین کی طرف، کتنی اگائیں ہم نے اسمیں ہر قسم کی

زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

عمدہ چیزیں؟○ بیشک اسمیں البتہ (عظیم) نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر انکے ایمان لانے والے○ اور بلاشبہ آپکا رب، البتہ وہ ہے

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨ ع ۵ ۹

نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا○

اللہ تعالیٰ ایسا اشارہ فرماتا ہے جو کھول کھول کر بیان کرنے والی اس کی کتاب کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کتاب عظیم تمام مطالب الٰہیہ اور مقاصد شرعیہ پر دلالت کرتی ہے۔ غور و فکر کرنے والے کے لئے' اس کی خبر اور حکم میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ یہ نہایت واضح کتاب ہے' بلند ترین معانی پر دلالت کرتی ہے' اس کے احکام مربوط اور اس کی تعلیق مناسب ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کتاب عظیم کے ذریعے سے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کے انجام سے ڈراتے تھے اور اس کے ذریعے سے راہ راست کی طرف راہنمائی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے متقی بندے اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور صرف وہی لوگ اس سے روگردانی کرتے ہیں جن کے لئے بدبختی لکھ دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ' مشرکین کے ایمان نہ لانے پر بہت غمگین ہوتے تھے کیونکہ وہ ان کی بھلائی کی خواہش رکھتے تھے اور ان کے خیر خواہ تھے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ ﴾ ''شائد کہ آپ اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔'' یعنی آپ اپنے آپ کو ہلاکت اور مشقت میں ڈال رہے ہیں ﴿ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اس وجہ سے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟'' یعنی ایسا نہ کیجئے اور ان پر حسرت سے اپنی جان کو ختم نہ کیجئے' کیونکہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کی ذمہ داری تبلیغ تھی' سو آپ نے یہ ذمہ داری ادا کر دی اور اس قرآن مبین کے بعد کوئی ایسی نشانی باقی نہیں کہ جسے ہم نازل کریں تاکہ یہ اس پر ایمان لے آئیں۔

جو کوئی ہدایت کا طلب گار ہے اس کے لئے یہ قرآن کافی وشافی ہے' اس لیے فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں۔'' یعنی آیات معجزہ میں سے ﴿ فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ ﴾ ''پھر ہو جائیں ان کی گردنیں۔'' یعنی جھٹلانے والوں کی گردنیں ﴿ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴾ ''اس کے آگے جھکنے والیں۔'' مگر اس کی کوئی ضرورت ہے نہ اس میں کوئی مصلحت' کیونکہ اس وقت ایمان لانا فائدہ مند نہیں' ایمان لانا صرف اسی وقت فائدہ دے گا جب وہ ایمان بالغیب ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ هَلْ

يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا﴾ (الانعام: ١٥٨/٦) ”کیا یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی کچھ نشانیاں آ جائیں، جس روز آپ کے رب کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی تو اس روز کسی جان کو اس کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔“

﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ﴾ ”اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی بھی نئی نصیحت نہیں آتی۔“ جو انہیں حکم دے، انہیں روکے اور ان کو یاد دہانی کرائے کہ کون سے امور انہیں فائدہ دیتے ہیں اور کون سے امور انہیں نقصان دیتے ہیں ﴿اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ﴾ ”مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔“ اپنے قلب و بدن کے ساتھ۔ یہ ان کا اس نئی نصیحت اور یاد دہانی سے اعراض ہے جس کا مؤثر ہونا عادت کے مطابق زیادہ بلیغ ہوتا ہے، تو پھر کسی اور نصیحت کے بارے میں ان کا رویہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں اور وعظ و نصیحت انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ بنابریں فرمایا: ﴿فَقَدْ كَذَّبُوْا﴾ ”پس انہوں نے تکذیب کی۔“ یعنی حق کی اور یہ تکذیب ان کی فطرت بن گئی جس میں تغیر و تبدل نہیں ہے۔ ﴿فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ”اب عن قریب ان کے پاس وہ خبریں آ جائیں گی جن کا وہ استہزا کیا کرتے تھے۔“ یعنی عنقریب ان پر عذاب واقع ہوگا اور ان پر وہ عذاب نازل ہوگا جسے وہ جھٹلایا کرتے تھے کیونکہ وہ عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کی، جو انسان کو فائدہ دیتا ہے، ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ”کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا، کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی نفیس چیزیں اگائی ہیں۔“ یعنی ہم نے نباتات کی تمام اصناف اگائیں جو بہت خوبصورت نظر آتی ہیں جو بہت فوائد کی حامل ہیں۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اس میں نشانی ہے۔“ یعنی اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو اسی طرح دوبارہ زندہ کرے گا جس طرح زمین کو اس کے مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ”مگر یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (یوسف: ١٠٣/١٢) ”خواہ آپ کتنا ہی کیوں نہ چاہیں اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔“

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ”اور آپ کا رب غالب ہے۔“ یعنی جو تمام مخلوق پر غالب ہے اور تمام عالم علوی و سفلی اس کے سامنے سرنگوں ہے ﴿الرَّحِيْمُ﴾ اس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے، اس کی نوازشیں ہر زندہ چیز تک پہنچتی ہیں۔ وہ غالب ہے بدبختوں کو مختلف عقوبتوں کے ذریعے سے ہلاک کرتا ہے اور سعادت مندوں پر بہت مہربان ہے انہیں ہر شر اور ہر بلا سے نجات دیتا ہے۔

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ لا قَوْمَ فِرْعَوْنَ ط اَلَا
اور (یاد کریں) جب پکارا آپ کے رب نے موسیٰ کو، یہ کہ جا تو ظالم قوم کے پاس ○ (یعنی) قوم فرعون کے پاس، کیا نہیں
یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ ط وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ
ڈرتے وہ؟ ○ موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! بیشک میں ڈرتا ہوں اس سے کہ وہ جھٹلائیں گے مجھے ○ اور تنگ ہوتا ہے میرا سینہ اور نہیں چلتی
لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ ج
میری زبان، پس (وحی) بھیج تو ہارون کی طرف ○ اور انکا میرے ذمہ ایک گناہ (جرم) ہے، سو ڈرتا ہوں میں اس سے کہ وہ قتل کر دیں مجھے ○
قَالَ كَلَّا ج فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ
اللہ نے کہا، ہرگز نہیں پس جاؤ تم دونوں ہماری نشانیوں کیساتھ یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں سننے والے ○ پس جاؤ تم فرعون کے پاس اور کہو، بلاشبہ ہم رسول ہیں
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ لا اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾ ط قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّ
رب العالمین کے ○ یہ کہ بھیج دے تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ○ فرعون نے کہا، کیا نہیں پرورش کی تھی ہم نے تیری اپنے اندر جبکہ تو بچہ تھا اور
لَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ لا وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾
ٹھہرا رہا ہے تو ہمارے اندر اپنی عمر میں سے کئی سال ○ اور کیا تو نے اپنا کام، وہ جو کیا تو نے، اور تو ناشکروں میں سے ہے ○
قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ ط فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ
موسیٰ نے کہا، کیا تھا میں نے وہ (کام) اس وقت جبکہ میں بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے تھا ○ پس بھاگ گیا میں تم سے جب ڈرا میں تم سے،
فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ
پس عطا کیا مجھے میرے رب نے حکم، اور اس نے بنایا مجھے رسولوں میں سے ○ اور (کیا یہی ہے) وہ احسان کہ احسان جتلاتا ہے تو اسکا مجھ پر، یہ کہ
عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۲﴾ ط قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ ط قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
غلام بنا رکھا ہے تو نے بنی اسرائیل کو؟ ○ کہا فرعون نے، اور کیا ہے رب العالمین؟ ○ موسیٰ نے کہا، (وہ ہے) رب آسمانوں کا
وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ط اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾
اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر ہو تم یقین کرنیوالے ○ فرعون نے کہا ان لوگوں سے جو اسکے ارد گرد تھے، کیا نہیں سنتے تم؟ ○
قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ
موسیٰ نے کہا، (وہ ہے) تمہارا رب، اور رب تمہارے پہلے باپ دادا کا ○ فرعون نے کہا، بلاشبہ تمہارا رسول، وہ جو بھیجا گیا ہے تمہاری طرف،
لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ط اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ
یقیناً دیوانہ ہے ○ موسیٰ نے کہا، (وہ ہے) رب مشرق اور مغرب کا اور (انکا) جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر ہو تم عقل رکھتے ○ فرعون نے کہا،
لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ
البتہ اگر پکڑا تو نے کوئی (اور) معبود سوائے میرے تو البتہ ضرور بنا دوں گا میں تجھے قیدیوں میں سے ○ موسیٰ نے کہا، کیا اگرچہ لاؤں میں تیرے پاس کوئی چیز

مُّبِيْنٍ (٣٠) قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (٣١) فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

واضح (تو بھی)؟○ کہا اس نے، لے آتو وہ چیز، اگر ہے تو سچوں میں سے○ پس ڈالا موسیٰ نے عصا اپنا، تو ناگہاں وہ اژدہا تھا

مُّبِيْنٌ (٣٢) وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (٣٣) قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا

ظاہر○ اور نکالا اس نے اپنا ہاتھ تو ناگہاں وہ سفید (چمکتا ہوا) تھا دیکھنے والوں کیلئے○ کہا اس نے ان وڈیروں سے جو ارد گرد تھے اسکے، بلاشبہ یہ (موسیٰ)

لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ (٣٤) يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (٣٥) قَالُوْٓا

البتہ جادوگر ہے خوب جاننے والا○ وہ چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے تو کیا مشورہ دیتے ہو تم؟○ انہوں نے کہا،

اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (٣٦) يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ (٣٧) فَجُمِعَ

مہلت دے تو اسے اور اسکے بھائی کو، اور بھیج تو شہروں میں اکٹھا کرنیوالے○ لے آئیں وہ تیرے پاس تمام بڑے بڑے ماہر جادوگر○ پس جمع کیے گئے

السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (٣٨) وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ (٣٩) لَعَلَّنَا

جادوگر (خاص) وقت پر ایک دن معین کے○ اور کہا گیا لوگوں سے، کیا تم (بھی) جمع ہو گے؟○ تاکہ ہم

نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ (٤٠) فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ

اتباع کریں جادوگروں کا، اگر ہوں وہی غالب○ پس جب آئے جادوگر تو کہا انہوں نے فرعون سے، کیا بلاشبہ

لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ (٤١) قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (٤٢) قَالَ

ہمارے لئے البتہ صلہ ہوگا اگر ہوں ہم ہی غالب؟○ اس نے کہا، ہاں! اور بلاشبہ تم اس وقت البتہ (میرے) مقرب لوگوں میں سے ہو گے○ کہا

لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (٤٣) فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ

ان سے موسیٰ نے، ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو○ پس ڈالیں انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں، اور کہا انہوں نے، قسم ہے عزت

فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ (٤٤) فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ (٤٥)

فرعون کی، بلاشبہ ہم، البتہ ہم ہی ہیں غالب○ پس ڈالا موسیٰ نے اپنا عصا تو ناگہاں وہ نگلتا تھا جو کچھ وہ جھوٹ باندھتے تھے○

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (٤٦) قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٤٧) رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (٤٨)

پس گرا دیے گئے (وہ) جادوگر سجدہ کرتے ہوئے○ کہا انہوں نے، ایمان لائے ہم رب العالمین کے ساتھ○ جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا○

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

کہا فرعون نے، کیا ایمان لے آئے تم اس پر پہلے اس سے کہ میں اجازت دوں تمہیں؟ بلاشبہ وہ البتہ تمہارا بڑا ہے جس نے سکھایا ہے تمہیں جادو،

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ

سو یقیناً عنقریب جان لو گے تم، البتہ ضرور کاٹوں گا میں تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف طرف سے، اور البتہ ضرور سولی پر لٹکاؤں گا میں تم

اَجْمَعِيْنَ (٤٩) قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (٥٠) اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا

سب کو○ انہوں نے کہا نہیں کوئی حرج بیشک ہم طرف اپنے رب کی لوٹنے والے ہیں○ بلاشبہ ہم امید رکھتے ہیں یہ کہ بخش دیگا ہمارے لئے

رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (۵۱) وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ ع ۱۸

ہمارا رب ہماری خطائیں اسلئے کہ ہم ہی ہیں پہلے ایمان لانیوالے ○ اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف یہ کہ رات کو (نکال) لے جا تو میرے بندوں کو،

اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (۵۲) فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۚ (۵۳) اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

بلاشبہ تم پیچھا کیے جاؤ گے ○ پس بھیجے فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والے ○ (یہ کہتے ہوئے) بلاشبہ یہ لوگ،

لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۙ (۵۴) وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۙ (۵۵) وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ؕ (۵۶)

البتہ ایک جماعت ہے تھوڑی سی ○ اور بلاشبہ وہ ہمیں یقیناً غصہ دلانے والے ہیں ○ اور بلاشبہ ہم البتہ جماعت ہیں ہوشیار، چوکس ○

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ (۵۷) وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ (۵۸) كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا

پس نکالا ہم نے انھیں باغات اور چشموں سے ○ اور خزانوں اور عمدہ قیام گاہوں سے ○ اسی طرح ہوا، اور وارث بنایا ہم نے ان چیزوں کا

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ (۵۹) فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ (۶۰) فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى

بنی اسرائیل کو ○ پس پیچھے لگے فرعونی ان (بنی اسرائیل) کے سورج نکلتے وقت ○ سو جب ایک دوسرے کو دیکھا دونوں جماعتوں نے تو کہا اصحاب موسیٰ نے،

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۚ (۶۱) قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (۶۲) فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ

یقیناً ہم تو پکڑے گئے ○ موسیٰ نے کہا، ہرگز نہیں، بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ ضرور میری راہنمائی کریگا ○ پس وحی کی ہم نے طرف موسیٰ کی یہ کہ

اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۚ (۶۳)

مار تو اپنا عصا سمندر کو پس سمندر پھٹ گیا اور ہو گیا ہر ایک ٹکڑا (سمندر کا) جیسے پہاڑ بہت بڑا ○

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۚ (۶۴) وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۚ (۶۵) ثُمَّ اَغْرَقْنَا

اور قریب کر دیا ہم نے وہاں دوسروں کو ○ اور نجات دی ہم نے موسیٰ کو اور ان لوگوں کو جو اسکے ساتھ تھے، سب کو ○ پھر غرق کر دیا ہم نے

الْاٰخَرِيْنَ ؕ (۶۶) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۶۷)

دوسروں (فرعونیوں) کو ○ بلاشبہ اس میں البتہ ایک (عظیم) نشانی ہے اور نہیں تھے اکثر ان کے ایمان لانے والے ○

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۧ (۶۸) ع ۱۷

اور بلاشبہ آپ کا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کی مدح وثنا اور ان کے واقعات کا بار بار جتنا اعادہ کیا ہے اتنا کسی اور واقعے کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ عظیم حکمتوں اور عبرتوں پر مشتمل ہے اور اس قصے میں اہل ایمان اور اہل کفر کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طرز عمل کی تفصیل ہے نیز موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت کبریٰ اور صاحب تورات تھے جو قرآن عظیم کے بعد سب سے افضل کتاب ہے۔

فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فضیلت والے احوال کو یاد کیجیے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ندا دی' ان سے کلام

فرمایا‘ ان کو نبوت سے سرفراز کیا‘ ان کو رسول بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا ﴿ اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ”ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔“ جنہوں نے زمین میں تکبر کا رویہ اختیار کر رکھا ہے اور اللہ کی مخلوق پر جبر کے ساتھ مسلط ہیں اور ان کے سردار نے ربوبیت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ ﴿ قَوْمَ فِرْعَوْنَ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴾ ”قوم فرعون کے پاس کیا وہ ڈرتے نہیں۔“ یعنی انہیں نہایت نرم لہجے اور لطیف عبارت میں کہہ دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے جس نے تمہیں پیدا کیا‘ تمہیں رزق سے نوازا اور تم اس کے بدلے میں کفر کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہو؟

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے سامنے معذرت پیش کر کے‘ اپنا عذر بیان کرتے ہوئے اس بھاری ذمہ داری کو اٹھانے میں معاون کا سوال کیا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ○ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ ﴾ ”انہوں نے کہا‘ میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھے جھوٹا سمجھیں اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے۔“ عرض کی ﴿ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ○ وَيَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ هٰرُوْنَ اَخِي ﴾ (طٰہٰ: ٢٠/٢٥-٣٠) ”اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے‘ میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ یہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں۔ میرے خاندان میں سے میرے لئے ایک وزیر مقرر کر دے‘ ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔“

﴿ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴾ ”پس تو ہارون کی طرف پیغام بھیج۔“ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اسی طرح نبوت سے سرفراز فرمایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سرفراز فرمایا تھا: ﴿ فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً ﴾ (القصص: ٢٨/٣٤) ”اس کو میرے ساتھ معاون بنا کر بھیج۔“ یعنی میرے کام میں ہارون کو میرا معاون بنا دے تاکہ وہ لوگ میری تصدیق کریں۔ ﴿ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ ﴾ ”اور ان لوگوں کا میرے ذمہ ایک گناہ ہے۔“ یعنی قبطی کے قتل کے ضمن میں ﴿ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴾ ”تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔“ ﴿ قَالَ كَلَّا ﴾ ”اللہ نے فرمایا‘ ہرگز نہیں“ یعنی وہ تجھ کو قتل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ تم دونوں کو ہم قوت عطا کر دیں گے۔ ﴿ فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴾ (القصص: ٢٨/٣٥) ”پس وہ ہماری نشانیوں کی وجہ سے تم دونوں تک پہنچ نہیں سکیں گے تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی غالب رہیں گے۔“ اسی لئے فرعون‘ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ انتہائی دشمنی‘ آپ کی رائے کو سفاہت قرار دینے‘ آپ کو اور آپ کی قوم کو گمراہ جاننے کے باوجود آپ کے قتل پر قادر نہ ہو سکا۔

﴿ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ ﴾ ”پس تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ“ جو تمہاری صداقت اور جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴾ ”ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔“ میں تم دونوں کی حفاظت کروں گا اور تم پر نظر رکھوں گا۔ ﴿ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ”تم دونوں

فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تمام جہانوں کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔'' یعنی ہمیں تیری طرف بھیجا گیا ہے تاکہ تو اللہ تعالیٰ پر اور ہم پر ایمان لائے، اس کی توحید کو مان لے اور اس کی عبادت کے لئے اس کی اطاعت کرے۔ ﴿اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ ''یہ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔'' ان کو تعذیب اور ایذا دینا چھوڑ دے اور ان پر سے اپنی غلامی کا جوا اٹھا لے تاکہ وہ اپنے رب کی عبادت کر سکیں اور اپنے امور دین کو قائم کر سکیں۔ جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس آئے اور وہ سب کچھ اس سے کہہ دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا۔ مگر فرعون ایمان نہ لایا اور نہ اس میں کسی قسم کی نرمی ہی پیدا ہوئی بلکہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی۔ کہنے لگا ﴿اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا﴾ ''کیا ہم نے تیری' کہ تو ابھی بچہ ہی تھا' پرورش نہیں کی۔'' یعنی کیا ہم نے تجھے اپنی نعمتوں سے نہیں نوازا؟ کیا ہم نے تیری اس وقت سے پرورش نہیں کی جب تو پنگوڑے میں تھا اور تو اسی طرح ہمارے پاس پرورش پاتا رہا؟ ﴿وَلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ○ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ﴾ ''اور تو نے ہمارے پاس اپنی عمر کے کتنے ہی سال گزارے ہیں اور تو نے وہ کام کیا تھا جو کیا۔'' اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قبطی کا قتل ہے' جب اس قبطی کے خلاف جو کہ دشمن گروہ سے تھا اس شخص نے مدد چاہی جو کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم سے تھا۔ ﴿فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ﴾ (القصص: ۱۵/۲۸) ''تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک مکا رسید کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔'' ﴿وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اور تو بھی کافروں میں سے تھا۔'' یعنی اس وقت تیرا طریقہ اور راستہ وہی تھا جو کافرانہ طریقہ اور راستہ ہمارا تھا۔ پس فرعون نے اپنے بارے میں غیر شعوری طور پر کفر کا اقرار کیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ﴾ ''وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں سے تھا۔'' یعنی میں نے وہ قتل کفر کی بنا پر نہیں کیا وہ خطا اور نادانی کے باعث ہوا۔ پس میں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی تو اس نے مجھے معاف کر دیا۔ ﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ﴾ ''پس جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا۔'' یہ وہ وقت تھا جب تم نے میرے قتل کا مشورہ کر لیا تھا پس میں مدین کی طرف بھاگ کر چلا گیا اور کئی سال وہاں رہا' پھر تمہارے پاس چلا آیا۔ ﴿فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ ''پھر اللہ نے مجھے نبوت و علم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا۔'' حاصل کلام یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر فرعون کا اعتراض ایک جاہل یا جان بوجھ کر جاہل بننے والے کا اعتراض ہے کیونکہ اس نے آنجناب کے رسول ہونے سے اس امر کو مانع قرار دیا کہ ان سے قتل کا ارتکاب ہو گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون پر واضح کر دیا کہ ان سے یہ قتل انجانے اور خطا سے ہوا ہے جس میں انسان کے قتل کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فضل کسی کے لئے ممنوع نہیں ہے تو پھر تم حکمت اور رسالت کو مجھ سے کیونکر روک سکتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا

کی ہے۔ اے فرعون! باقی رہا تیرا یہ طعنہ: ﴿اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا﴾ ''کیا ہم نے تیری، جب کہ تو بچہ تھا، پرورش نہیں کی۔'' اگر حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس میں تیرا کوئی احسان نہیں۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ یعنی تو مجھ پر یہ احسان جتلاتا ہے حالانکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے اور تو نے مجھے اپنی غلامی سے بچا دیا ہے اور اسے تو مجھ پر اپنی نعمت اور اپنا احسان قرار دیتا ہے۔ غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ تو نے اس فضیلت والے گروہ پر ظلم کیا ہے تو نے اپنے ظلم سے ان کو مطیع کر کے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود کہ تو نے میری قوم پر اذیت اور تعذیب کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری ایذا رسانی سے محفوظ رکھا۔ اس میں کون سا احسان ہے جو تو مجھ پر جتلاتا ہے؟

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''فرعون نے کہا، تمام جہانوں کا مالک کیا ہے؟'' یہ فرعون کی طرف سے ظلم اور تکبر کی بنا پر اپنے رب کا انکار ہے۔ حالانکہ اسے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صحت کا یقین تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے سب کا مالک ہے۔'' یعنی جس نے عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کیا اور مختلف تدابیر کے ذریعے سے ان کا انتظام کیا اور مختلف طریقوں سے ان کی تربیت کی۔ اے مخاطب لوگو! تم کائنات اور زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے کا کیونکر انکار کر سکتے ہو؟ ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾ ''اگر تم یقین رکھتے ہو۔'' فرعون نے تکبر اور تعجب کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہا: ﴿اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ﴾ ''کیا تم سنتے نہیں'' کہ یہ شخص کیا کہتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ یعنی خواہ تم تعجب کرو یا نہ کرو، خواہ تم تکبر کرو یا فروتنی، اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا رب ہے۔

فرعون نے حق کے ساتھ عناد کا مظاہرہ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت میں جرح و قدح کرتے ہوئے کہا: ﴿اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''تمہارا یہ رسول، جسے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، دیوانہ ہے۔'' کیونکہ وہ ایسی بات کہتا ہے جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے اور اس راستے کی مخالفت کرتا ہے جس پر ہم گامزن ہیں۔ پس اس کے نزدیک عقل مندی اور عقل مند وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ انہیں اور زمین و آسمان کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ یہ زمین و آسمان کسی موجد کی ایجاد کے بغیر ہمیشہ سے موجود ہیں اور خود ان کی ذات بغیر خالق کے خود بخود وجود میں آئی ہے اور اس کے نزدیک عقل مندی یہ ہے کہ مخلوق کی عبادت کی جائے جو ہر لحاظ سے ناقص اور محتاج ہے اور جنون اس کے نزدیک یہ ہے کہ رب کا اثبات کیا جائے جو عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کرنے والا، ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے اور اس رب کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے۔ اس نے اپنی بات کو آراستہ

کر کے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا جبکہ اس کی قوم کے لوگ بیوقوف اور کم عقل تھے: ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ (الزخرف:٤٣/٥٤) ’’پس اس نے اپنی قوم کی عقل کھو دی اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی' یقیناً وہ بڑے فاسق لوگ تھے۔‘‘

فرعون کے انکار اور رب العالمین کو اس کے معطل قرار دینے پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ’’مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے' سب کا مالک ہے۔‘‘ یعنی تمام مخلوقات کا بھی پروردگار ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ’’اگر تم سمجھ رکھو۔‘‘ یعنی میں نے پوری طرح واضح کر دیا ہے' جس کے پاس معمولی سی بھی عقل ہے اس کی سمجھ میں یہ بات آ جاتی ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جو چیز میں تمہیں بتا رہا ہوں تم اس کے بارے میں جان بوجھ کر جہالت کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف اشارہ اور تنبیہ ہے کہ تم نے جس جنون کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے وہ درحقیقت تمہاری بیماری ہے اور تم نے اسے مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند اور علم میں سب سے زیادہ کامل ہستی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ درآں حالیکہ تم خود مجنون ہو کیونکہ تم نے موجودات میں سب سے زیادہ ظاہر ہستی کا انکار کر دیا ہے جو زمین و آسمان اور تمام کائنات کی خالق ہے۔ جب تم نے اس کا انکار کر دیا تو پھر کون سی چیز ہے جس کا تم اثبات کر رہے ہو؟ جب تم یہ چیز نہیں جانتے تو پھر تم کیا جانتے ہو؟ جب تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد تم کس چیز پر ایمان لاؤ گے؟ اللہ کی قسم! وہ پاگل لوگ جو جانوروں کی مانند ہیں' تم سے زیادہ عقل مند ہیں اور گھاس چرنے والے مویشی بھی تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل نے فرعون کو لاجواب کر دیا تو اس کی قدرت اور اس کا بیان موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گیا ﴿قَالَ﴾ تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو طاقت اور سلطنت کا رعب جماتے ہوئے اور دھمکی دیتے ہوئے کہا ﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ ’’اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔‘‘ اللہ اس کا برا کرے...... اس کی خواہش تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو گمراہ کر دے اور موسیٰ علیہ السلام اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہ بنائیں ورنہ یہ بات متحقق تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا موقف بصیرت پر مبنی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ﴿اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ﴾ یعنی خواہ میں اپنی دعوت پر واضح اور نمایاں معجزہ ہی کیوں نہ لے آؤں؟ ﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ﴾ ’’فرعون نے کہا' اگر سچے ہو تو اس کو لاؤ۔ پس انہوں نے لاٹھی ڈالی تو وہ اسی وقت اژدہا بن گئی۔‘‘ یعنی نر سانپ ﴿مُّبِيْنٌ﴾ وہ ہر ایک پر ظاہر تھا' تخیل اور تشبیہ کا کرشمہ نہ تھا۔

﴿وَنَزَعَ يَدَهٗ﴾ ’’اور آپ نے اپنا ہاتھ نکالا' اپنے گریباں سے۔ ﴿فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ﴾ ’’تو

وہ اسی وقت دیکھنے والوں کو سفید نظر آنے لگا۔'' یعنی یہ بہت زیادہ روشن تھا اور اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ تھا۔

﴿ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ ﴾ فرعون نے حق اور موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے حاشیہ نشیں سرداروں سے کہا: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ○ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ﴾ ''یہ کامل فن جادوگر ہے چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو کے ذریعے سے تمہارے ملک سے نکال دے۔'' چونکہ اسے علم تھا کہ یہ ضعیف العقل لوگ ہیں اس لئے ان کے سامنے ملمع سازی کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو جادوگروں کے شعبدوں کی جنس میں سے ایک شعبدہ ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ بات مسلمہ تھی کہ جادوگر ایسے حیرت انگیز شعبدے دکھا سکتے ہیں جو لوگوں کی قدرت سے باہر ہیں۔ فرعون نے ان کو ڈرایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقصد اس جادو کے ذریعے سے تمام لوگوں کو ان کے وطن سے نکال باہر کرنا ہے تاکہ وہ اس شخص کے ساتھ عداوت رکھنے میں پوری جدوجہد کریں جو انہیں اپنے اہل و عیال اور گھروں سے جلا وطن کرنا چاہتا ہے۔ ﴿ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴾ ''بتلاؤ! تمہارا کیا مشورہ ہے'' کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ ﴿ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ ﴾ ''انہوں نے کہا' اس کے اور اس کے بھائی کے بارے میں کچھ توقف کیجیے۔'' یعنی ان دونوں کو روک لو ﴿ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴾ اور لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے شہروں میں ہرکارے دوڑا دو ﴿ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴾ ''وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں۔'' یعنی ان تمام شہروں میں ہرکارے دوڑا دو جو علم کا گہوارہ اور جادو کا گڑھ ہیں' تاکہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر لیں جو جادو کا پورا علم رکھتے ہیں کیونکہ جادوگر کا مقابلہ اسی قسم کے جادو ہی سے کیا جاتا ہے۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر جاہل' گمراہ اور گمراہ کرنے والے فرعون کی جعل سازیوں کا بطلان واضح کیا جو یہ کہتا تھا کہ یہ سب موسیٰ (علیہ السلام) کی شعبدہ بازی ہے۔ اس نے انہیں پابند کیا کہ وہ ماہر جادوگروں کو جمع کریں تاکہ ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے مجلس منعقد ہو' حق باطل پر غالب آئے اور اہل علم اور شعبدہ باز موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صحت کا اقرار کریں نیز یہ اعتراف کریں کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ جادو نہیں۔ فرعون نے ان کی رائے پر عمل کرتے ہوئے تمام شہروں میں ہرکارے دوڑا دیئے تاکہ وہ جادوگروں کو اکٹھا کریں اور اس نے اس معاملے میں پوری جدوجہد کی۔ ﴿ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ ''تو جادوگر ایک مقرر دن کی میعاد پر جمع کر لیے گئے۔'' یہ دن موسیٰ علیہ السلام نے مقابلے کے لئے مقرر کر دیا' یعنی ان کے جشن کا دن اس دن وہ اپنے کاموں سے فارغ ہوتے تھے۔ ﴿ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴾ ''اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم (سب) کو اکٹھے ہو کر جانا چاہیے۔'' یعنی اس مقررہ دن' لوگوں کے جمع ہونے کے لئے عام منادی کرائی گئی۔ ﴿ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴾ ''تاکہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں۔'' یعنی انہوں نے لوگوں سے کہا کہ سب اکٹھے ہو جاؤ تاکہ موسیٰ علیہ السلام پر جادوگروں کی فتح کا نظارہ کر سکو۔ یہ بہت ماہر

جادوگر ہیں ہم ان کی تعظیم اور پیروی کریں اور علم سحر کا اعتراف کریں۔ اگر وہ حق کے خواہاں ہوتے تو کہتے کہ ہم ان میں سے اس شخص کی پیروی کریں، جو حق پر ہو۔ نیز حق وصواب کا اعتراف کریں، اس لئے اس مقابلے نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا، البتہ ان کے خلاف حجت قائم ہوگئی۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ﴾ ”پس جب جادوگر آ گئے۔“ یعنی جب جادوگر فرعون کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: ﴿اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ ”کیا ہمیں انعام ملے گا اگر ہم موسیٰ پر غالب رہے۔“ ﴿قَالَ نَعَمْ﴾ ”کہا ضرور“ تم کو اجرت اور انعام ملے گا ﴿وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ ”اور اس وقت تم مقربین میں شامل کر لئے جاؤ گے۔“ فرعون نے ان سے انعام اور مقرب بنانے کا وعدہ کر لیا تاکہ ان کے نشاط میں اضافہ ہو اور وہ پوری طاقت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مقابلہ کریں۔ جب مقررہ روز جادوگر، موسیٰ علیہ السلام اور اہل مصر اکٹھے ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى﴾ (طٰہٰ: ۲۰/ ٦١) ”تمہارا برا ہو، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ عذاب تمہاری جڑ کاٹ کر رکھ دے گا، اور جو بہتان طرازی کرتا ہے وہ خائب و خاسر ہوتا ہے۔“ اس پر وہ آپس میں جھگڑنے لگے، پھر فرعون نے ان کا حوصلہ بڑھایا اور انہوں نے خود بھی ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھایا۔

﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾ ”تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا جو تمہارے جی میں آئے اسے پھینکو“ آپ نے ان پر کسی جادو اور شعبدہ بازی کی قید نہیں لگائی کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ حق کے مقابلے کے لئے جس شعبدہ بازی کا بھی سامان لے کر آئے ہیں، سب باطل ہے۔ ﴿فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ﴾ ”تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں۔“ تو اسی وقت وہ سانپ بن کر چلنے لگیں اور اس طرح انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو سحر زدہ کر دیا۔ ﴿وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ”اور وہ کہنے لگے کہ فرعون کی عزت کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔“ پس انہوں نے ایک کمزور بندے سے مدد طلب کی جو ہر لحاظ سے عاجز تھا، البتہ وہ جبر سے مسلط تھا اور اسے اقتدار اور فوج کی طاقت حاصل تھی۔ اس تکبر اور نخوت نے اس کو فریب میں مبتلا کر رکھا تھا اور ان کی نظر فریب کے اس پردے کو چاک کر کے حقیقت الامر تک نہیں پہنچ سکی...... یا یہ ان کی طرف سے عزت فرعون کے ساتھ قسم ہے اور (اِنَّهُمُ الْغَالِبُوْنَ) مقسم علیہ ہے۔

﴿فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ﴾ ”پس موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی لاٹھی ڈالی تو یکا یک وہ ان کے جھوٹے شعبدے کو نگلتی چلی گئی۔“ اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے ان تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو ہڑپ کر لیا جو انہوں نے پھینکی تھیں کیونکہ ان کا جادو، سراسر بہتان، کذب اور باطل تھا جو حق کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ جب جادوگروں نے یہ عظیم معجزہ دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی

اور ایک معجزہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی صداقت اور ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ﴾ ’’پس جادوگر (اپنے رب کے حضور) سجدہ ریز ہوگئے۔‘‘ ﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ ’’کہنے لگے ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔‘‘ اس بھرے مجمع میں باطل ذلیل وخوار ہوگیا۔ باطل کے رؤسا اور سرداروں نے اس کے بطلان کا اقرار کیا۔ حق واضح ہو گیا اور غالب آ گیا حتیٰ کہ حق کی فتح کو دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر فرعون نے اپنی سرکشی اور ضلالت کو نہ چھوڑا اور وہ اپنی گمراہی اور عناد میں بڑھتا چلا گیا۔

اس نے جادوگروں سے کہا: ﴿اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ﴾ ’’کیا تم‘ اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دوں‘ اس پر ایمان لے آئے۔‘‘ فرعون کے سامنے جادوگروں کی جرأت اور اس کی اجازت اور مشورہ کے بغیر ان کے ایمان لانے کے اقدام کو دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم حیرت زدہ رہ گئے۔ ﴿اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ﴾ ’’بے شک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔‘‘ حالانکہ اسی نے جادوگروں کو جمع کیا اور یہ اس کے مصاحبین ہی تھے جنہوں نے دوسرے شہروں سے جادوگروں کو اکٹھا کرنے کا مشورہ دیا۔ حالانکہ ان کو اچھی طرح علم تھا کہ وہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے ملے تھے نہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا‘ نیز ان جادوگروں نے جادو کا ایسا کرتب دکھایا تھا جس نے ناظرین کو حیرت زدہ اور خوف زدہ کر دیا۔ اس کے باوجود فرعون نے ان سے یہ بات کہی‘ حالانکہ جادوگر خود جادو کے بطلان سے واقف ہو چکے تھے۔

اس قسم کی عقل رکھنے والوں سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ بڑے بڑے معجزات اور واضح حق کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں۔ کیونکہ اگر فرعون کسی بھی چیز کے بارے میں کہتا کہ یہ خلاف حقیقت ہے‘ تو وہ اس کی تصدیق کرتے۔ پھر فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾ ’’میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف اطراف سے کٹوا دوں گا۔‘‘ یعنی میں تمہارا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دوں گا۔ جیسا کہ زمین میں فساد پھیلانے والے کو سزا دی جاتی ہے ﴿وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ’’اور میں تم سب کو سولی چڑھوا دوں گا۔‘‘ تاکہ ساری دنیا تمہاری ذلت ورسوائی کا تماشہ دیکھے۔

جب جادوگروں نے ایمان کی حلاوت پا لی اور اس کا مزا چکھ لیا تو کہنے لگے: ﴿لَا ضَيْرَ﴾ ’’کچھ نقصان نہیں۔‘‘ یعنی ہمیں تمہاری دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہیں ﴿اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ﴾ ’’بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب‘ (کفر اور جادو جیسی) ہماری خطائیں معاف کر دے گا۔‘‘ ﴿اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ’’اس لیے کہ ہم اوّل ایمان لانے والوں میں ہیں۔‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر ان لشکروں سے پہلے ایمان لائے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی اور صبر عطا کیا۔ اس

بات کا احتمال ہے کہ فرعون نے اپنی دھمکی پر عمل کیا ہو کیونکہ اس وقت وہ سلطنت اور اقتدار کا مالک تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی دھمکی پر عمل کرنے نہ دیا ہو۔ اس کے باوجود کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کی قوم کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے' وہ اپنے کفر پر جمے رہے۔ جب بھی ان کے پاس کوئی نشانی آتی اور ان پر پوری طرح اثر انداز ہوتی' تب وہ موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس عذاب کو دور کر دیا تو وہ ان پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو ہٹا دیتا مگر وہ اپنے عہد سے پھر جاتے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور ان پر عذاب الٰہی واجب ہو گیا اور وہ وقت آن پہنچا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان کی قید و غلامی سے آزادی عطا فرمائے اور ان کو زمین (ملک) پر اقتدار عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: ﴿اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ﴾ یعنی رات کے پہلے حصے میں بنی اسرائیل کو لے کر نکل جایئے تاکہ ان کو نکل جانے میں کافی مہلت مل جائے۔ ﴿اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾ یعنی فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے اور ایسے ہی ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جب صبح کے وقت فرعونی بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ تمام بنی اسرائیل راتوں رات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکل گئے ہیں۔

﴿فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ﴾ ''تو فرعون نے تمام شہروں میں جمع کرنے والے ہرکارے دوڑائے'' جو لوگوں کو جمع کرتے تھے تاکہ بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کی جائے۔ فرعون نے اپنی قوم کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہا ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''بے شک یہ لوگ'' یعنی بنی اسرائیل ﴿لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ﴾ ''مٹھی بھر لوگ ہیں اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔'' اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان غلاموں پر اپنا غصہ نکالیں جو ہمارے پاس سے فرار ہو گئے ہیں۔ ﴿وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾ اور ہمیں ان سے چوکنا رہنا چاہیے وہ ہم سب کے اور ہمارے مشترکہ مصالح و مفادات کے دشمن ہیں۔ فرعون اپنی فوج کو ایک بہت بڑے لشکر اور عام لوگوں کے گروہ کے ساتھ لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا۔ معذور لوگوں کے سوا' جو اپنے عجز کے باعث ساتھ نہ جا سکتے تھے' کوئی پیچھے نہ رہا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''پس ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔'' یعنی ہم نے ان کو ان کے خوبصورت اور اعلیٰ درجے کے باغات' ابلتے ہوئے چشموں اور ان کی کھیتیوں سے' جنہوں نے ان کی زمینوں کو بھر رکھا تھا' جن کو ان کے شہریوں اور دیہاتیوں نے آباد کر رکھا تھا' نکال دیا۔

﴿وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور خوبصورت اقامت گاہوں سے نکالا'' جو دیکھنے والوں کو تعجب میں ڈالتی تھیں اور ان میں غور کرنے والوں کو مشغول کر دیتی تھیں۔ انہوں نے طویل زمانے تک اس ساز و سامان سے فائدہ اٹھایا' اور ایک لمبی عمر تک' کفر و فساد' بندوں کے ساتھ تکبر اور بہت زیادہ غرور کے ساتھ اس کی لذات و شہوات سے بہرہ مند

رہے۔ ﴿ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا ﴾ ”اسی طرح ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنا دیا“ یعنی ان باغات‘ چشموں‘ کھیتیوں اور خوبصورت اقامت گاہوں کا ﴿ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ”بنی اسرائیل کو“ جن کو اس سے پہلے انہوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور وہ ان سے نہایت پر مشقت کام لیتے تھے...... پاک ہے وہ ذات‘ جو جسے چاہتی ہے اقتدار عطا کرتی ہے اور جس سے چاہتی ہے اقتدار چھین لیتی ہے‘ جسے چاہتی ہے‘ اس کی اطاعت کی بنا پر عزت عطا کرتی ہے اور جسے چاہتی ہے اس کی نافرمانی کے بنا پر ذلت سے ہمکنار کرتی ہے۔ ﴿ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴾ یعنی طلوع آفتاب کے وقت‘ فرعون کے لشکروں نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا پیچھا کیا اور انتہائی غصے اور غیظ و غضب میں ان کے تعاقب میں گئے۔

﴿ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ ﴾ پس جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ﴿ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى ﴾ تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے غمزدہ ہو کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس شکایت کی ﴿ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴾ ”ہم تو پکڑے گئے۔“ ﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ثابت قدم رہنے کی تلقین اور اپنے رب کے سچے وعدے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَلَّا ﴾ ”ہرگز ایسا نہیں ہوگا“ جیسا کہ تم کہہ رہے ہو کہ تم پکڑ لئے جاؤ گے۔ ﴿ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴾ ”بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ میری راہنمائی کرے گا۔“ یعنی وہ میری اور تمہاری نجات کی راہ دکھائے گا۔ ﴿ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ﴾ ”پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر لاٹھی مارو۔“ تو آپ نے عصا مارا ﴿ فَانْفَلَقَ ﴾ ”پس وہ (سمندر) پھٹ گیا۔“ اور بارہ راستے بن گئے ﴿ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴾ ”اور ہر ایک (یوں) ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے۔“ اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سمندر میں داخل ہو گئی۔ ﴿ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ ﴾ ”اور وہاں ہم نے قریب کر دیا۔“ یعنی اسی جگہ ﴿ الْاٰخَرِيْنَ ﴾ ”دوسروں کو“ یعنی ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو قریب کر کے ان راستوں میں ڈال دیا جہاں سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے سمندر کو پار کیا تھا۔ ﴿ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ”اور ہم نے موسیٰ اور ان کے تمام ساتھیوں کو بچا لیا۔“ یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے تمام لوگ باہر آ گئے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔ ﴿ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ ”پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔“ یعنی فرعون کی قوم میں سے کوئی شخص بھی ڈوبنے سے نہ بچا ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ﴾ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صداقت اور فرعون اور اس کی قوم کے موقف کے بطلان پر بہت بڑی دلیل ہے۔ ﴿ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ان نشانیوں کے باوجود‘ جو کہ ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہیں‘ ان میں سے اکثر اپنے فساد قلب کی بنا پر ایمان نہ لائے۔ ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ ”اور بلاشبہ آپ کا رب غالب مہربان ہے۔“ یعنی اس نے اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر جھٹلانے والے کفار کو ہلاک کیا اور اپنی رحمت سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ

اور تلاوت کیجئے آپ ان پر خبر ابراہیم کی ○ جب کہا اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کس کی تم عبادت کرتے ہو؟ ○ انہوں نے کہا، ہم عبادت کرتے ہیں

اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ

بتوں کی اور ہمیشہ رہیں گے ہم تو انکی تعظیم کرنیوالے ○ کہا ابراہیم نے، کیا وہ سنتے ہیں تمہاری بات جب تم پکارتے ہو (انہیں)؟ ○ یا وہ نفع دیتے ہیں تمہیں

اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ

یا وہ نقصان دیتے ہیں تمہیں؟ ○ انہوں نے کہا (نہیں)، بلکہ پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو، اسی طرح کرتے تھے وہ ○ ابراہیم نے کہا، کیا پس دیکھا تم نے

مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ

جنکی ہو تم عبادت کرتے؟ ○ تم اور باپ دادا تمہارے پہلے ○ پس بلاشبہ وہ دشمن ہیں میرے، سوائے رب

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾ وَاِذَا

العالمین کے ○ وہ جس نے پیدا کیا مجھے، پس وہی رہنمائی کرتا ہے میری ○ اور وہ کہ وہی کھلاتا ہے مجھے اور پلاتا ہے مجھے ○ اور جب

مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ

میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے مجھے ○ اور وہ جو ماریگا مجھے پھر زندہ کریگا مجھے ○ اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں یہ کہ وہ بخش دیگا واسطے میرے

خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ

میری خطائیں دن جزاء کے ○ اے میرے رب! تو عطا کر مجھے حکمت اور ملا دے مجھے ساتھ صالح لوگوں کے ○ اور تو بنا دے میرے لئے

لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ

زبان سچائی کی (ذکر خیر) پچھلے لوگوں میں ○ اور بنا مجھے وارثوں میں سے جنت کا نعمتوں والی ○ اور بخش دے میرے باپ کو، بلاشبہ وہ

كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾

تھا گمراہوں میں سے ○ اور نہ رسوا کرنا تو مجھے اس دن کہ وہ سب دوبارہ اٹھائے جائینگے ○ جس دن نہیں نفع دیگا مال اور نہ بیٹے (اولاد) ○

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

مگر اسکو جو آیا (حاضر ہوا) اللہ کے پاس ساتھ قلب سلیم کے ○ اور قریب کی جائیگی جنت واسطے پرہیزگاروں کے ○ اور ظاہر کی جائیگی دوزخ

لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ

واسطے گمراہوں کے ○ اور کہا جائیگا ان سے، کہاں ہیں وہ جنکی تھے تم عبادت کرتے ○ سوائے اللہ کے؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟

اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا

یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟ ○ پس وہ اوندھے منہ ڈال دیئے جائینگے اسمیں، وہ اور (سب) گمراہ (لوگ) ○ اور لشکر ابلیس کے سب کے سب ○ وہ کہیں گے

وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ

جبکہ وہ اسمیں جھگڑتے ہونگے ○ اللہ کی قسم! بلاشبہ ہم تھے البتہ گمراہی ظاہر میں ○ جب کہ ہم برابر ٹھہراتے تھے تمہیں ساتھ رب

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِیْقٍ

العالمین کے ○ اور نہیں گمراہ کیا تھا ہمیں مگر (ان بڑے) مجرموں ہی نے ○ پس نہیں ہے ہمارے لئے کوئی بھی سفارشی ○ اور نہ کوئی دوست

حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ط

مخلص ○ پس کاش کہ! بیشک ہو ہمارے لئے ایک بار لوٹنا (دنیا میں) تو ہوں ہم مومنوں میں سے ○ بلاشبہ اس (قصۂ ابراہیم) میں البتہ (عظیم) نشانی ہے،

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپ کا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○ ع ۵

فرمایا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خاص حالت کی جلیل القدر! خبر سنا دیجیے اگرچہ ان کی زندگی کے تمام پہلو عظیم واقعات سے پر ہیں۔ مگر ان کا یہ واقعہ سب سے زیادہ حیرت انگیز اور سب سے افضل ہے جو آپ کی رسالت' اپنی قوم کو دعوت' اپنی قوم سے آپ کے مباحثہ اور آپ کی قوم کے موقف کے ابطال کو متضمن ہے اس لئے اسے ظرف کے ساتھ مقید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا﴾ ''جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو تو انہوں نے کہا'' بتوں کی عبادت پر فخر کا اظہار کرتے ہوئے: ﴿نَعْبُدُ اَصْنَامًا﴾ ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں'' جن کو ہم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے اور بناتے ہیں ﴿فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ﴾ ''اور ان کی پوجا پر قائم ہیں۔'' یعنی ہم اپنے اکثر اوقات میں' ان بتوں کی عبادت کے لئے قیام کرتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کے لئے عبادت کے عدم استحقاق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ ''جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟'' تمہاری پکار کا جواب دیتے ہیں' تمہاری تکلیف کو دور کرتے ہیں اور تم سے ہر ناپسندیدہ امر کو زائل کرتے ہیں؟ ﴿اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ﴾ ''یا وہ تمہیں کوئی نفع یا نقصان دے سکتے ہیں؟'' انہوں نے اقرار کیا کہ ان مذکورہ صفات میں سے کوئی بھی ان میں موجود نہیں۔ وہ پکار کو سن سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اس لئے جب آپ نے بتوں کو توڑا تو فرمایا: ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۶۳/۲۱) ''بلکہ یہ سب کچھ ان کے بڑے نے کیا ہے ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں۔'' انہوں نے جواب دیا: ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۶۵/۲۱) ''تمہیں علم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔'' یعنی زبان حال ہی سے یہ امر ثابت ہو رہا ہے جس میں کوئی شک و شبہ اور اشکال نہیں۔ انہوں نے اپنے گمراہ آباء و اجداد کی تقلید کا سہارا لیتے ہوئے کہا: ﴿بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسے ہی کرتے پایا ہے'' اور ہم نے ان کی پیروی کی اور ان کی عادات کی اتباع کرتے ہوئے ان کے راستے پر گامزن ہوئے۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس معاملے میں تم اور تمہارے آباء واجداد سب ایک فریق ہو اور تم سب سے ہم ایک ہی بات کہتے ہیں: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ ﴾ ”تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی۔ وہ میرے دشمن ہیں۔“ پس وہ مجھے ذرا سا بھی نقصان پہنچائیں، میرے خلاف کوئی چال چل دیکھیں وہ ایسا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ﴿ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴾ ”لیکن اللہ رب العالمین، جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔“ یعنی تخلیق کی نعمت میں وہی متفرد ہے اور دینی اور دنیاوی مصالح کی طرف راہنمائی سے بھی صرف وہی نوازتا ہے۔

پھر ان میں سے بعض ضروریات کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ○ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ ”اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے اور وہی ہے جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا اور وہی ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز قیامت میرے گناہ بخش دے گا۔“ یعنی ان تمام افعال کو اکیلا وہی سرانجام دیتا ہے اس لئے واجب ہے کہ صرف اسی کی عبادت اور اطاعت کی جائے اور ان بتوں کی عبادت چھوڑ دی جائے جو تخلیق پر قادر ہیں نہ ہدایت پر، جو کسی کو بیمار کر سکتے ہیں نہ شفا دے سکتے ہیں، جو کھلا سکتے ہیں نہ پلا سکتے ہیں، جو مار سکتے ہیں نہ زندہ کر سکتے ہیں اور نہ وہ اپنے عبادت گزاروں کی تکلیف کو دور کر کے ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ وہ گناہوں کو بخش سکتے ہیں۔

یہ ایسی قطعی دلیل اور روشن حجت ہے جس کا تم اور تمہارے آباء واجداد مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس یہ چیز گمراہی میں تمہارے اشتراک، اور رشد وہدایت کے راستے کو چھوڑ دینے پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ...... الآيات ﴾ (الانعام: ۶/ ۸۰) ”اور ابراہیم سے اس کی قوم نے جھگڑا کیا، ابراہیم نے کہا، کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ اسی نے مجھے ہدایت دی......“

پھر ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ میں اپنے رب سے دعا کی: ﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا ﴾ ”اے میرے رب! مجھے علم ودانش عطا فرما۔“ یعنی اے میرے رب مجھے علم کثیر عطا کر جس کے ذریعے سے میں تیرے احکام اور حلال و حرام کی معرفت حاصل کروں، پھر اس علم کے مطابق مخلوق کے درمیان فیصلے کروں۔ ﴿ وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾ ”اور مجھے نیکوکاروں میں شامل فرما۔“ یعنی میرے بھائی انبیاء ومرسلین میں۔ ﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴾ ”اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ۔“ یعنی مجھے سچی مدح وثنا عطا کر جو ہمیشہ قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو علم وحکمت سے سرفراز فرمایا جس کی بنا پر وہ تمام انبیاء ومرسلین پر فضیلت

لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیاء و مرسلین کے گروہ میں شامل کیا، آپ کو اپنا محبوب و مقبول بندہ بنایا۔ ہر آن تمام اقوام و ملل میں آپ کو عظمت اور مدح و ثنا عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الصّٰٓفّٰت: ۳۷/۱۰۸-۱۱۱) ”اور ہم نے آپ کی مدح و توصیف بعد میں آنے والی نسلوں میں چھوڑی، سلام ہو ابراہیم پر، ہم اپنے نیک بندوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں تھا۔“

﴿ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴾ ”اور مجھے نعمت کی جنت کے وارثوں میں کر۔“ یعنی اہل جنت میں سے جن کو اللہ تعالیٰ جنت کا وارث بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور نعمتوں بھری جنت میں بہت بلند قدر و منزلت عطا کی۔ ﴿ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴾ ”اور میرے باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا۔“ آپ کی یہ دعا اس وعدے کے سبب سے تھی جو آپ نے اپنے باپ سے کیا تھا: ﴿ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴾ (مریم: ۱۹/ ۴۷) ”میں اپنے رب سے آپ کی بخشش کے لئے دعا کروں گا وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔“ فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾ (التوبۃ: ۹/ ۱۱۴) ”ابراہیم کی اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت اس وعدے کی بنا پر تھی جو انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا۔ ابراہیم بڑے ہی نرم دل اور بردبار تھے۔“

﴿ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ یعنی بعض لغزشوں پر زجر و توبیخ، عقاب اور فضیحت کے ذریعے سے قیامت کے روز مجھے رسوا نہ کرنا۔ بلکہ اس روز مجھے سعادت مند بنانا جس روز ﴿ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴾ ”مال کچھ فائدہ دے گا نہ بیٹے، ہاں جو شخص اللہ کے ہاں پاک دل لے کر آئے گا۔“ پس یہی وہ چیز ہے جو تیرے ہاں اس کے لیے فائدہ مند ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے بندہ عذاب سے نجات پا سکے گا اور ثواب جزیل کا مستحق ٹھہرے گا۔ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو شرک، شک و شبہ، شر کی محبت اور بدعت و معاصی پر اصرار سے پاک اور محفوظ ہو۔ متذکرہ صدر امور سے قلب کا سلامت اور محفوظ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ ان کی اضداد یعنی اخلاص، علم، یقین، خیر کی محبت اور قلب کے اس سے مزین ہونے جیسی صفات سے متصف ہو نیز اس کا ارادہ اور محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اس کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع ہوں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عظیم دن کی صفات اور اس میں واقع ہونے والے ثواب و عقاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ ﴾ ”جنت قریب کر دی جائے گی“ ﴿ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ ”متقین کے“ یعنی ان کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہوئے اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتے ہیں نیز اپنے رب کے

عذاب اور اس کی ناراضی سے ڈرتے ہیں۔

﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ ﴾ ''اور جہنم کو سامنے لایا جائے گا'' اور ہر قسم کے عذاب کے ساتھ اس کو تیار کیا جائے گا ﴿ لِلْغٰوِيْنَ ﴾ ''گمراہ لوگوں کے لیے'' جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا رہے' اس کے محارم کے ارتکاب کی جرأت کی' اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور رسول جو دعوت حق لے کر آئے تھے اس کو ٹھکرا دیا۔ ﴿ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴾ ''اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں' یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟'' یعنی وہ کچھ بھی کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اس سے ان کا جھوٹ اور ان کی ذلت و رسوائی ظاہر ہو جائے گی' ان کا خسارہ' فضیحت اور ندامت عیاں ہو جائے گی اور ان کی تمام کوشش رائیگاں جائے گی۔

﴿ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا ﴾ ''پس وہ اوندھے منہ اس میں ڈال دیے جائیں گے۔'' یعنی جہنم میں پھینک دیے جائیں گے۔ ﴿ هُمْ ﴾ ''ان کو'' یعنی ان معبودوں کو جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے ﴿ وَالْغَاوٗنَ ﴾ اور ان کے گمراہ عبادت گزاروں کو۔ ﴿ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴾ ''اور شیطان کے لشکر سب کے سب۔'' یعنی شیاطین جن و انس' جنہیں ابلیس گناہوں پر اکسایا کرتا تھا' ان کے شرک اور عدم ایمان کی وجہ سے ان پر مسلط ہو گیا تھا اور یہ جن و انس اس کے داعی بن کر اس کو راضی کرنے کے لیے تگ و دو کیا کرتے تھے۔ جہنم میں جھونکے جانے والے یہ تمام لوگ یا تو ابلیس کی اطاعت کی طرف دعوت دیتے تھے یا وہ لوگ تھے جو اس دعوت پر لبیک کہتے تھے اور ان کے شرک میں ان کی تقلید کرتے تھے۔

﴿ قَالُوْا ﴾ یعنی ابلیس کے یہ گمراہ لشکر اپنے بتوں اور معبودوں سے کہیں گے جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے: ﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔'' یعنی عبادت' محبت' خوف اور رجاء میں ہم تمہیں رب کائنات کے برابر ٹھہرایا کرتے تھے اور تمہیں بھی ویسے ہی پکارتے تھے۔ جیسے رب تعالیٰ کو پکارتے تھے تب ان پر ان کی گمراہی عیاں ہو جائے گی اور اپنی سزا میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ سزا برمحل ہے۔

وہ تخلیق میں نہیں بلکہ صرف عبادت میں اپنے معبودوں کو رب کائنات کا ہم پلہ قرار دیتے تھے اس کی دلیل ان کا یہ قول ہے: ﴿ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ وہ اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے جن میں ان کے بت اور معبود بھی شامل ہیں۔ ﴿ وَمَآ اَضَلَّنَآ ﴾ ''اور ہم کو نہیں گمراہ کیا تھا۔'' یعنی رشد و ہدایت کے راستے سے نہیں ہٹایا اور فسق و فجور اور گمراہی کے راستے پر نہیں چلایا ﴿ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''مگر مجرموں ہی نے'' اور مجرموں سے مراد وہ ائمہ ضلالت ہیں جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿ فَمَا لَنَا ﴾ ''پس نہیں ہمارے واسطے'' یعنی اس وقت ﴿ مِنْ

﴿شَافِعِيْنَ﴾ ''کوئی سفارش کرنے والا۔'' یعنی جو ہماری سفارش کر کے ہمیں اس کے عذاب سے بچالے ﴿وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ﴾ ''اور نہ گرم جوش دوست۔'' یعنی نہ کوئی قریبی اور خالص دوست ہے جو ہمیں ادنی سا فائدہ پہنچا سکے جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتیں گے۔ وہ تمنا کریں گے کہ کاش انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تا کہ وہ نیک کام کریں۔

وہ کہیں گے: ﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً﴾ ''اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا ملتا۔'' یعنی دنیا کی طرف پلٹنا اور اس کی طرف لوٹنا ﴿فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو ہم مومنوں میں سے ہو جاتے۔'' تا کہ ہم عذاب سے بچ جائیں اور ثواب کے مستحق بن جائیں۔ مگر یہ بہت بعید ہے اور ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوگی ان کے قید خانے کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ان تمام امور میں جن کا ہم نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے: ﴿لَاٰيَةً﴾ ''(تمہارے لئے) نشانی ہے'' ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''(یعنی ان نشانیوں کے نازل ہونے کے باوجود) ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے۔''

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝١٠٥ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝١٠٦ اِنِّيْ

جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو ○ جب کہا ان کو ان کے بھائی نوح نے کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بلاشبہ میں ہوں

لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝١٠٧ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝١٠٨ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

تمہارے لئے رسول امانت دار ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو تم میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں ہے

اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٩ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝١١٠ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ

میرا اجر مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو تم میری ○ انہوں نے کہا، کیا ایمان لائیں ہم تجھ پر

وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝١١١ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١١٢ اِنْ حِسَابُهُمْ

حالانکہ پیروی کی ہے تیری رذیل لوگوں نے؟ ○ نوح نے کہا، اور کیا علم ہے مجھے اسکا جو کچھ کہ تھے وہ عمل کرتے؟ ○ نہیں ہے حساب ان کا

اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝١١٣ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١٤ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١١٥

مگر ذمے میرے رب کے، کاش کہ تم شعور رکھتے ○ اور نہیں ہوں میں دور کرنیوالا ایمان والوں کو ○ نہیں ہوں میں مگر ڈرانیوالا کھلم کھلا ○

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝١١٦ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ

انہوں نے کہا، البتہ اگر نہ رکا تو اس سے اے نوح! تو البتہ ضرور ہو جائیگا تو رجم کیے ہوؤں میں سے ○ نوح نے کہا، اے میرے رب! بیشک میری قوم نے

كَذَّبُوْنِ ۝١١٧ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١٨

جھٹلایا ہے مجھے ○ پس فیصلہ کر تو میرے درمیان اور انکے درمیان (قطعی) فیصلہ، اور نجات دے تو مجھے اور انکو جو میرے ساتھ ہیں اہل ایمان میں سے ○

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝١١٩ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ۝١٢٠ اِنَّ

پس نجات دی ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اسکے ساتھ تھے اس کشتی میں جو بھری ہوئی تھی ○ پھر غرق کر دیا ہم نے اسکے بعد باقی لوگوں کو ○ بلاشبہ

النصف

ع ١٨ / ١٠ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾ ع

اسمیں البتہ (عظیم) نشانی ہے، اور نہیں تھے اکثر انکے ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپکا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنیوالا ○

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسول نوح علیہ السلام کو جھٹلایا' نیز نوح علیہ السلام نے ان کے شرک کو رد کیا اور انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کے انجام سے آگاہ فرمایا' چنانچہ فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''نوح (علیہ السلام) کی قوم نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔'' گویا حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کو تمام رسولوں کی تکذیب قرار دیا' اس لیے کہ تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت ایک اور ان کی خبر ایک ہے اس لئے ان میں سے کسی ایک کی تکذیب اس دعوت حق کی تکذیب ہے جسے تمام انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔

﴿ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ ﴾ ''جب ان کے (نسبی) بھائی نوح نے ان سے کہا'' اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ہمیشہ اسی قوم کے نسب سے پیدا کیا جس میں ان کو مبعوث کیا گیا تاکہ وہ اطاعت کرتے ہوئے انقباض اور کراہت محسوس نہ کریں کیونکہ وہ اس کی نسبی حقیقت سے واقف ہیں اور ان کو اس کے نسب کی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ نوح علیہ السلام نے ان کو انتہائی نرمی سے خطاب کیا' جیسا کہ یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ تھا۔ ﴿ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ ''کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) نہیں ڈرتے'' کہ تم بتوں کی عبادت کو چھوڑ دیتے اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرتے؟ ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴾ ''بے شک میں تو تمہارا امانت دار رسول ہوں۔'' حضرت نوح علیہ السلام کا خاص طور پر ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا جانا اس امر کا موجب ہے کہ وہ' جو چیز ان کی طرف بھیجی گئی ہے اسے قبول کریں' اس پر ایمان لائیں اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے انہیں اس معزز رسول کے ساتھ خاص فرمایا اور آپ کا امین ہونا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ گھڑیں اور اس کی وحی میں کمی بیشی نہ کریں اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ لوگ آپ کی خبر کی تصدیق اور آپ کے حکم کی اطاعت کریں۔

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴾ ''پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔'' یعنی جس چیز کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں اور جس چیز سے میں تمہیں روکتا ہوں اس بارے میں میری اطاعت کرو۔ یہی وہ چیز ہے جو ان کی طرف آپ کے رسول امین کے طور پر مبعوث ہونے پر مترتب ہوتی ہے بنا بریں اللہ تعالیٰ نے (فاء) کے ساتھ ذکر فرمایا جو سبب پر دلالت کرتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سبب موجب کا ذکر کیا پھر نفی مانع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ﴾ ''اور میں تم سے اس (دعوت) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا'' جس سے تمہیں بھاری تاوان کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہو۔ ﴿ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''میرا اجر تو صرف رب العالمین پر

ہے۔" میں اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب اور ثواب جزیل کی امید رکھتا ہوں۔ رہا تمہارا معاملہ تو میری انتہائی تمنا اور ارادہ صرف تمہاری خیر خواہی اور تمہارا راہ راست پر گامزن ہونا ہے۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ یہ آیت مکرر ذکر کی گئی ہے کیونکہ نوح علیہ السلام ایک نہایت طویل عرصہ تک اپنی قوم کو بار بار دعوت توحید دیتے رہے' وہ بتکرار یہ بات کہتے رہے "اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو" فرمایا: ﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا﴾ (العنکبوت: ١٤/٢٩) "پس وہ (نوح علیہ السلام) پچاس کم ایک ہزار سال اپنی قوم میں رہے۔" نوح علیہ السلام نے کہا: ﴿رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ○ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا﴾ (نوح: ٧١/٥، ٦) "اے میرے رب! میں اپنی قوم کو رات دن توحید کی طرف بلاتا رہا مگر وہ میرے بلانے پر اور زیادہ دور بھاگنے لگے۔"

انہوں نے نوح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکراتے اور ایسی چیز کی بنا پر آپ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا جس کی بنا پر مخالفت کرنا درست نہ تھا: ﴿اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ یعنی ہم تیری اتباع کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تیری اتباع کرنے والے معاشرے میں سب سے گھٹیا' رذیل اور گرے پڑے لوگ ہیں۔ ان کی ان باتوں سے ان کا حق سے تکبر کرنا اور حقائق سے جاہل رہنا پہچانا جا سکتا ہے' کیونکہ اگر ان کا مقصد تلاش حق ہوتا اور انہیں آپ کی دعوت میں کوئی شک وشبہ ہوتا تو کہتے کہ آپ جو چیز لے کر آئے ہیں اس تک پہنچانے والے طرق کے ذریعے سے ہمیں اس کے صحیح ہونے کے بارے میں وضاحت فرما دیجیے! اگر وہ غور کرتے جیسا کہ غور کرنے کا حق ہے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ نوح علیہ السلام کے متبعین ہی بہترین لوگ اور انسانیت کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں' وہ بہترین عقل اور اخلاق فاضلہ کے حامل ہیں۔ سب سے رذیل وہ ہے جس سے خصوصیات عقل سلب کر لی گئی ہوں اور وہ پتھروں کی عبادت کو مستحسن سمجھتا ہو اور وہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے اور حاجتوں میں ان کو پکارنے پر راضی ہو اور اس نے کامل ترین انسانوں یعنی انبیاء و رسل کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ جب دو جھگڑنے والوں میں سے ایک کلام باطل کے ساتھ بات کر رہا ہو تو محض اس کے کلام ہی سے اس کے فساد کا پتہ چل جائے گا' اس سے قطع نظر کہ اس کے مدمقابل دوسرے آدمی کے دعویٰ کی صحت پر غور کیا جائے۔

جب ہم حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں سنتے ہیں کہ انہوں نے نوح علیہ السلام کی دعوت کو رد کرتے ہوئے کہا: ﴿اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ گمراہ اور خطا کار ہیں اگرچہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات اور ان کی عظیم دعوت کا مشاہدہ نہ بھی کریں جو کہ آپ کی سچائی پر پختہ یقین اور جس چیز کو لے کر آپ اٹھے ہیں اس کے صحیح ہونے کا فائدہ دیتے ہیں کیونکہ ان منکرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو رد کرنے کی بنیاد ایسی چیز پر رکھی ہے جس کا فساد سب پر واضح ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ﴾ "اور مجھے کیا خبر وہ پہلے کیا کرتے

رہے ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تم شعور رکھتے ہو۔“ یعنی ان کے اعمال کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور میرا فرض اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دینا ہے‘ تم ان کا معاملہ چھوڑ و۔ اگر میری دعوت حق ہے تو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔ ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

﴿ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔“ یوں لگتا ہے کہ انہوں نے ...... اللہ ان کا برا کرے...... تکبر اور جبر سے نوح علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اہل ایمان کو اپنے پاس سے دھتکار دیں تب وہ ایمان لائیں گے تو نوح علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ کیونکہ یہ اہانت اور دھتکارے جانے کے مستحق نہیں بلکہ یہ تو قولی و فعلی اکرام و تکریم کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ (الانعام: ٦/٥٤) ”اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہہ دیجیے تم پر سلامتی ہو۔ اللہ نے اپنی ذات پر رحمت کو واجب کر لیا ہے۔“

﴿ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ”میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی میں صرف ڈرانے والا‘ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچا دینے والا ہوں اور میں بندوں کی خیر خواہی کی کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ میرے پاس کوئی اختیار نہیں‘ معاملے کا تمام اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہء قدرت میں ہے۔

نوح علیہ السلام دن رات‘ کھلے چھپے‘ انہیں دعوت دیتے رہے مگر وہ دور ہی دور بھاگتے رہے اور کہنے لگے: ﴿ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ ﴾ اے نوح! اگر تو ہمیں اللہ کی طرف دعوت دینے سے باز نہ آیا ﴿ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴾ ہم تجھے پتھر مار مار کر بری طرح قتل کریں گے‘ جس طرح کتے کو قتل کیا جاتا ہے...... ان کا برا ہو...... انہوں نے کتنا برا تقابل کیا ہے۔ وہ ایک خیر خواہ‘ امین شخص کا تقابل‘ جو ان کے لئے خود ان سے زیادہ شفیق ہے‘ بدترین تقابل کر رہے ہیں۔ جب ان کے جرم کی انتہا ہو گئی اور ان کا کفر بہت زیادہ ہو گیا تو ان کے نبی نے ان کے لئے بدعا کی جس نے ان کو گھیر لیا‘ چنانچہ نوح علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴾ (نوح: ٧١/٢٦) ”اے میرے رب کسی کافر کو زمین پر بسا نہ رہنے دے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا ﴾ ”میرے رب! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا پس تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے۔“ یعنی ہم میں سے جو زیادتی کا مرتکب ہے اسے ہلاک کر دے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ ظلم اور زیادتی کے مرتکب ہیں‘ اس لئے عرض کیا ﴿ وَنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”مجھے اور ان مومنین کو جو میرے ساتھ ہیں‘ نجات دے۔“

﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ ﴾ ”پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے بچا لیا۔“

﴿الْمَشْحُوْنِ﴾ جو مخلوق اور حیوانات سے بھری ہوئی تھی۔ ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ﴾ ”پھر اس کے بعد غرق کر دیا۔“ یعنی نوح علیہ السلام اور ان اہل ایمان کے بعد جو آپ کے ساتھ تھے ﴿الْبٰقِيْنَ﴾ باقی تمام قوم کو غرق کر دیا۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ”بے شک اس میں۔“ یعنی نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کی نجات اور جھٹلانے والوں کی ہلاکت میں ﴿لَاٰيَةً﴾ ”ایک نشانی ہے“ جو ہمارے رسولوں کی صداقت اور ان کی دعوت کے حق ہونے اور ان کی تکذیب کرنے والے دشمنوں کے موقف کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ”بے شک تمہارا رب تو غالب ہے۔“ جو اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر اپنے دشمنوں پر غالب ہے اور اس نے ان کو طوفان کے ذریعے سے غرق کر دیا۔ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ”مہربان ہے۔“ یعنی وہ اپنے اولیا پر بہت مہربان ہے اس نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ اہل ایمان کو نجات دی۔

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ (۱۲۳) اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (۱۲۴) اِنِّيْ لَكُمْ

جھٹلایا (قوم) عاد نے رسولوں کو ○ جب کہا ان سے انکے بھائی ہود نے، کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بیشک میں ہوں تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (۱۲۵) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (۱۲۶) وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

رسول امانت دار ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر (صلہ)، نہیں ہے میرا اجر

اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۲۷) اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (۱۲۸) وَتَتَّخِذُوْنَ

مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ کیا بناتے ہو تم ہر اونچی جگہ پر ایک نشانی (عمارت) کھیلتے ہوئے؟ ○ اور بناتے (تعمیر کرتے) ہو تم

مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (۱۲۹) وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (۱۳۰) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

(رہائشی) مضبوط محل، شاید کہ تم ہمیشہ (یہاں ہی) رہو گے ○ اور جب پکڑتے ہو تم تو پکڑتے ہو سرکشوں کی طرح ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور

اَطِيْعُوْنِ (۱۳۱) وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (۱۳۲) اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ (۱۳۳)

اطاعت کرو میری ○ اور ڈرو تم اس سے جس نے بڑھایا تمہیں ساتھ ان چیزوں کے جو تم جانتے ہو ○ اس نے بڑھایا تمہیں ساتھ مویشیوں اور بیٹوں کے ○

وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۱۳۴) اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۱۳۵) قَالُوْا سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ

اور باغات کے اور چشموں کے ○ بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک بڑے دن کے ○ انہوں نے کہا، برابر ہے ہم پر

اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ (۱۳۶) اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ (۱۳۷) وَمَا نَحْنُ

خواہ تو نصیحت کرے یا نہ ہو تو نصیحت کرنے والوں سے ○ نہیں ہے یہ مگر عادت پہلے لوگوں کی ○ اور نہیں ہم

بِمُعَذَّبِيْنَ (۱۳۸) فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

عذاب دیئے جائینگے ○ پس جھٹلایا انہوں نے اسے تو ہلاک کر دیا ہم نے انکو بیشک اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے، اور نہیں تھے اکثر انکے

مُّؤْمِنِيْنَ (۱۳۹) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (۱۴۰)

ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

یعنی عاد نامی قبیلے نے اپنے رسول ہود علیہ السلام کی تکذیب کی' ان کا ہود علیہ السلام کی تکذیب کرنا تمام رسولوں کی تکذیب ہے کیونکہ تمام رسولوں کی دعوت ایک ہے۔ ﴿ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ ﴾ ''جب ان کے بھائی نے انہیں کہا۔'' یعنی نسبی بھائی ﴿ هُوْدٌ ﴾ ''ہود علیہ السلام نے'' نہایت شفقت اور بہترین طریقے سے مخاطب ہو کر کہا: ﴿ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے شرک اور غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑتے نہیں؟ ﴿ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴾ ''میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم اور نظر عنایت کرتے ہوئے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ایک امانت دار شخص ہوں اس تمہید پر انہوں نے اپنا یہ قول مرتب کیا۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴾ ''پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو اور وہ ہے تقویٰ اور میں جن امور کا حکم دیتا ہوں اور جن امور سے روکتا ہوں' ان میں میری اطاعت کر کے میرا حق ادا کرو اور یہ چیز اس امر کی موجب ہے کہ تم میری اتباع اور اطاعت کرو۔ تمہارے ایمان لانے میں کوئی چیز مانع نہیں اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور خیر خواہی کرنے کے بدلے میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا کہ تم اسے بھاری تاوان خیال کرو۔ ﴿ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ ''میرا اجر تو رب کائنات کے ذمہ ہے'' جس نے بے شمار نعمتوں کے ذریعے سے ان کی تربیت کی اور اپنے فضل و کرم کا ان پر فیضان کیا' خاص طور پر جو اس نے اپنے اولیا و انبیا کی تربیت فرمائی۔ ﴿ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ ﴾ ''بھلا تم ہر اونچی جگہ پر بناتے ہو۔'' یعنی پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستے پر ﴿ اٰیَةً ﴾ ''علامت'' یعنی یادگار کے طور پر ﴿ تَعْبَثُوْنَ ﴾ ''کھیل کود کرتے ہوئے۔'' یعنی یہ کام تم عبث کرتے ہو جس کا تمہارے دین اور دنیا میں کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ ﴾ ''اور تم محل (یا حوض) بناتے ہو۔'' یعنی بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے حوض بناتے ہو۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴾ ''شاید تم ہمیشہ رہو گے؟'' اور حال یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنے کی کوئی راہ نہیں۔ ﴿ وَاِذَا بَطَشْتُمْ ﴾ ''اور جب تم (مخلوق کو) پکڑتے ہو۔'' ﴿ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴾ ''تو انتہائی ظلم و جبر کے ساتھ پکڑتے ہو۔'' ان کو قتل کرتے ہو' مارتے ہو اور ان کا مال و متاع لوٹ لیتے ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ قوت عطا کر رکھی تھی ان پر واجب تھا کہ وہ اس وقت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرتے مگر اس کے برعکس انہوں نے فخر اور تکبر کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگے: ﴿ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ (حٰمٓ السجدۃ:١٥/٤١) ''کون ہے ہم سے زیادہ طاقتور؟'' اور انہوں نے اپنی قوت و طاقت کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی' عبث اور سفاہت کے کاموں میں استعمال کیا' اس لئے ان کے نبی نے ان کو ان کاموں سے روکا۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''پس تم اللہ سے ڈرو۔'' یعنی تم اپنے شرک اور تکبر کو چھوڑ دو ﴿ وَاَطِیْعُوْنِ ﴾ ''اور میری اطاعت کرو۔'' کیونکہ تم جانتے ہو کہ مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور میں خیر خواہ اور امین ہوں۔

﴿ وَ اتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ ﴾ ”اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں مدد دی۔“ یعنی جس نے تمہیں عطا کیا ﴿ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ”ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو مجہول ہیں نہ ان کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ ﴿ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ ﴾ ”اس نے چوپایوں کے ذریعے سے تمہاری مدد کی۔“ یعنی اس نے تمہیں اونٹ، بھیڑ بکریاں اور گائیں عطا کیں ﴿ وَّ بَنِیْنَ ﴾ ”اور بیٹے عطا کیے۔“ یعنی کثرت نسل سے نوازا اس نے تمہیں بہت زیادہ مال اور اولاد، خاص طور پر نرینہ اولاد عطا کی۔ جو دونوں اقسام میں سے بہترین نعمت ہے۔ یہ تو تھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلا کر وعظ و نصیحت۔ پھر انہیں نزول عذاب سے ڈرایا: ﴿ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴾ میں تم پر اپنی شفقت اور تمہارے ساتھ نیکی کی بنا پر ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر بڑے دن کا عذاب نازل نہ ہو جائے۔ تمہارے کفر اور بغاوت کے رویے پر جمے رہنے کی بنا پر جب وہ عذاب نازل ہو گیا تو کسی کے روکے نہیں رکے گا۔ انہوں نے حق کے ساتھ عناد کا مظاہرہ اور اپنے نبی کی تکذیب کرتے ہوئے کہا: ﴿ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴾ ”خواہ نصیحت کرو یا نہ کرو، ہمارے لیے یکساں ہے۔“ یعنی سب برابر ہے۔ یہ سرکشی کی انتہاء ہے کہ جب قوم اس حالت کو پہنچ جاتی ہیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے مواعظ و تذکیر، جن کے سامنے پہاڑوں جیسی ٹھوس چٹانیں بھی پگھل جاتی ہیں اور عقل مندوں کے دل لخت لخت ہو جاتے ہیں، کا وجود اور عدم وجود برابر ہوں تو یہ ان کے ظلم اور بدبختی کی آخری حد ہے۔ تب ان کی ہدایت کی امید منقطع ہو جاتی ہے۔

اس لئے انہوں نے کہا: ﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴾ ”یہ تو اگلوں ہی کے طرق ہیں۔“ یعنی یہ احوال اور یہ تمام نعمتیں وغیرہ، پہلے لوگوں کے ساتھ بھی ایسے ہوتا آیا ہے۔ وہ کبھی مالدار ہوتے تھے اور کبھی محتاج۔ یہ زمانے کے حالات ہیں۔ یہ سختیاں اور نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں نہ اس کے بندوں کی آزمائش ہیں ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴾ ”اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔“ یہ گویا ان کی طرف سے قیامت کا انکار یا اپنے نبی کو اس کی رائے سے ہٹانے کی کوشش یا اس کے ساتھ استہزا ہے اور اگر ہم فرض کر لیں کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا بھی گیا تو جس طرح ہمیں دنیا میں نعمتوں سے نوازا گیا ہے اسی طرح ہمیں دوسری زندگی میں بھی نعمتیں عطا ہوتی رہیں گی۔ ﴿ فَكَذَّبُوْهُ ﴾ ”پس انہوں نے اس کی تکذیب کی۔“ یعنی تکذیب ان کی فطرت اور عادت بن گئی تھی اور اس سے کوئی انہیں باز نہیں رکھ سکتا۔ ﴿ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ﴾ ”تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔“ یعنی ﴿ بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ○ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰی كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ﴾ (الحاقۃ: ٦٩/٦، ٧) ”(قوم عاد کو) نہایت تیز آندھی نے ہلاک کر دیا اللہ تعالیٰ نے مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک اس آندھی کو ان پر چلائے رکھا، پس تو لوگوں کو اس میں اس طرح پچھاڑے ہوئے دیکھے گا

جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔“ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ اس میں ہمارے نبی ہود علیہ السلام ‘ان کی دعوت کی صداقت اور ان کی قوم کے شرک اور سرکشی کے بطلان پر دلیل ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ان نشانیوں کے باوجود وہ ایمان نہ لائے جو ایمان کا تقاضا کرتی ہیں۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ”اور تمہارا رب تو غالب ہے۔“ جس نے اپنی قدرت کے ذریعے سے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو ان کے طاقتور اور زبردست ہونے کے باوجود ہلاک کر ڈالا۔ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ”نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ یعنی وہ اپنے نبی ہود علیہ السلام پر بہت رحم کرنے والا تھا کیونکہ اس نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی اہل ایمان کو کفار سے نجات بخشی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

جھٹلایا (قوم) ثمود نے رسولوں کو ○ جب کہا ان سے انکے بھائی صالح نے، کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بلاشبہ میں ہوں تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

رسول امانت دار ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر (صلہ) نہیں ہے

اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ

میرا اجر مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ کیا تم چھوڑ دیے جاؤ گے ان چیزوں میں جو یہاں ہیں امن سے؟ ○ (یعنی) باغات

وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا

اور چشموں میں؟ ○ اور کھیتوں اور کھجوروں میں کہ شگوفے انکے نرم ونازک (اور ملائم) ہیں؟ ○ اور تراشتے ہو تم پہاڑوں سے گھر،

فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ

اتراتے ہوئے ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ اور نہ اطاعت کرو تم حد سے بڑھ جانے والوں کی ○ جو فساد کرتے ہیں

فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ

زمین میں اور نہیں وہ اصلاح کرتے ○ انہوں نے کہا، یقیناً تو سحرزدہ لوگوں میں سے ہے ○ نہیں ہے تو (کچھ اور) مگر بشر

مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ

ہم جیسا ہی، پس لے آ تو کوئی نشانی (معجزہ) اگر ہے تو سچوں میں سے ○ صالح نے کہا، یہ اونٹنی (معجزہ) ہے، اس کیلئے پانی پینے کی باری ہے

وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾

اور تمہارے لئے پانی پینے کی باری ہے ایک دن مقرر میں ○ اور نہ ہاتھ لگانا اسے برائی سے، پس آ پکڑے گا تمہیں عذاب ایک بڑے دن کا ○

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ

پس کاٹ ڈالیں انہوں نے ٹانگیں اسکی پھر ہو گئے وہ سخت نادم ○ پس آ پکڑا انکو عذاب نے بیشک اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے، اور نہیں تھے

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع ١٩ ١٢

اکثر ان کے ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپ کا رب، البتہ وہ ہے، نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ﴾ ”قوم ثمود نے جھٹلا دیا۔“ علاقہ حجر کے شہروں میں آباد معروف قبیلہ ہے ﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ”پیغمبروں کو۔“ انہوں نے صالح علیہ السلام کی تکذیب کی جو توحید لے کر ان کے پاس آئے جو تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت تھی، اس لیے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب گویا تمام رسولوں کی تکذیب ہے۔ ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ﴾ ”جب ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے“ (جو ان کے نسبی بھائی تھے، نہایت نرمی سے) ان سے کہا: ﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈر کر شرک اور معاصی کو نہیں چھوڑتے؟ ﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ ”بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے رسول ہوں“ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم اور رحمت کی بنا پر مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کو قبول کرو اور فروتنی اور اطاعت کے ساتھ اس کا استقبال کرو۔ ﴿اَمِيْنٌ﴾ تم میری امانت و دیانت کو خوب جانتے ہو اور یہ چیز اس امر کی متقاضی ہے کہ تم مجھ پر اور میری دعوت پر ایمان لاؤ۔ ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ”اور میں اس کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔“ تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمیں تمہاری اتباع سے صرف اس چیز نے روک رکھا ہے کہ تم ہمارا مال ہتھیانا چاہتے ہو۔ ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ”میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔“ یعنی میں اس کا اجر و ثواب صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہوں۔

﴿اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ﴾ ”کیا جو چیزیں ہیں ان میں تم بے خوف چھوڑ دیے جاؤ گے یعنی باغات اور چشموں میں، اور کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف اور نازک ہوتے ہیں۔“ یعنی پھل سے لدے ہوئے یعنی کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں ان نعمتوں اور آسائشوں میں بے کار چھوڑ دیا جائے گا تاکہ تم ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ جیسے چوپائے فائدہ اٹھاتے ہیں تمہیں کوئی حکم دیا جائے گا نہ کسی چیز سے روکا جائے گا اور تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہی کی نافرمانی میں مدد طلب کرو گے۔ ﴿وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ﴾ یعنی تمہاری مہارت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ تم ٹھوس سخت پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر بناتے ہو۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ”پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو۔“ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا۔ ﴿الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ”جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔“ یعنی جن کا وصف اور جن کی عادت گناہوں کے ارتکاب اور لوگوں کو گناہوں کی طرف دعوت کے ذریعے سے زمین میں اس قدر فساد پھیلانا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن نہ ہو۔ یہ سب سے زیادہ نقصان دہ چیز ہے کیونکہ یہ خالص شر ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے نبی کی مخالفت کے لئے ہر وقت مستعد اور کمر بستہ رہتے تھے اور محض لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر دعوت توحید کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان مفسدوں کے دھوکے میں آنے سے روکا۔ شاید یہی وہ لوگ ہیں جن

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ (النمل:٢٧/٤٨) ''اور شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح کا کوئی کام نہ کرتے تھے۔''

اس نہی اور وعظ و نصیحت نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا' چنانچہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ یعنی تجھ پر تو جادو کر دیا گیا ہے اس لئے تو ہذیانی کیفیت میں بول رہا ہے اور ایسی باتیں کہہ رہا ہے جس کا کوئی معنی نہیں۔ ﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ ''تو ہماری ہی طرح کا آدمی ہے۔'' تب وہ کون سی فضیلت ہے جس کے ذریعے سے تجھے ہم پر فوقیت حاصل ہے' یہاں تک کہ تو ہمیں اپنی اتباع کی دعوت دیتا ہے۔ ﴿فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تو سچا ہے تو کوئی نشانی پیش کر۔'' حالانکہ صالح علیہ السلام کی مجرد حالت کا اعتبار نیز آپ کی دعوت کا اعتبار ہی اس چیز کی صحت اور صداقت پر سب سے بڑی اور سب سے واضح دلیل ہے جس کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے مگر انہوں نے اپنی بدبختی کی بنا پر معجزات کا مطالبہ کیا۔ غالب حالات میں ان معجزات کا مطالبہ کرنے والے فلاح نہیں پاتے کیونکہ ان کا مطالبہ طلب رشد و ہدایت پر نہیں بلکہ تعنت پر مبنی ہوتا ہے۔

صالح علیہ السلام نے کہا: ﴿هٰذِهٖ نَاقَةٌ﴾ ''یہ اونٹنی ہے'' جو ٹھوس اور ملائم پتھر سے نکلی ہے جسے تم دیکھ رہے ہو اور تم سب اس کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ ﴿لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری ہے۔'' یعنی اس کنویں سے ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور تم اس کا دودھ پیو گے اگلے روز اونٹنی پانی نہیں پیئے گی اور تم کنویں کا پانی پیو گے۔ ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''اور اس کو کوئی تکلیف پہنچانے کے لیے نہ چھونا۔'' یعنی اسے ہلاک وغیرہ کرنے کی نیت سے چھونا بھی نہیں ﴿فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''ورنہ تم کو سخت دن کا عذاب آ پکڑے گا۔'' پس یہ اونٹنی ان کے سامنے برآمد ہوئی اور اسی حال میں ان کے سامنے رہی مگر وہ ایمان نہ لائے اور اپنی سرکشی پر جمے رہے۔ ﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ○ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر نادم ہوئے۔ پس ان کو عذاب نے آ پکڑا۔'' یہ عذاب ایک چیخ کی صورت میں نازل ہوا جس نے ان سب کو ہلاک کر کے رکھ دیا ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ اس میں ہمارے رسولوں کی دعوت کی صداقت اور ان کے مخالفین کے موقف کے بطلان کی دلیل ہے ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو○ جب کہا ان سے ان کے بھائی لوط نے، کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟○ بلاشبہ میں ہوں تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

رسول امین○ پس ڈرو تم اللہ سے، اور اطاعت کرو میری○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی اجر' نہیں ہے میرا اجر

اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّکْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ

مگر اوپر پروردگار جہانوں کے○ کیا آتے ہو تم (جنسی تسکین کیلئے) مردوں کے پاس جہان (والوں) میں سے؟○ اور چھوڑ دیتے ہو تم جنہیں پیدا کیا

لَکُمْ رَبُّکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ

تمہارے لئے تمہارے رب نے تمہاری بیویوں میں سے بلکہ تم لوگ ہو حد سے گزرنے والے○ انہوں نے کہا، البتہ اگر نہ باز آیا تو اے لوط!

لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِیْ

تو یقیناً ہو جائیگا تو نکالے گئے لوگوں میں سے○ لوط نے کہا، بلاشبہ میں ہوں تمہارے عمل کو ناپسند کرنیوالوں میں سے○ اے میرے رب! تو نجات دے مجھے

وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

اور میرے گھر والوں کو اس (کے انجام) سے جو وہ کرتے ہیں○ پس نجات دی ہم نے اسے اور اسکے اہل کو سبکو○ سوائے ایک بڑھیا کے

فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ

کہ وہ تھی پیچھے رہنے والوں میں سے○ پھر ہلاک کر دیا ہم نے دوسروں کو○ اور بارش برسائی ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش، پس بری تھی

مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ

بارش ان لوگوں کی جو ڈرائے گئے تھے (عذاب سے)○ بلاشبہ اسمیں البتہ عظیم نشانی ہے (قدرت کی) اور نہیں تھے اکثر انکے

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾

ایمان لانے والے○ اور بلاشبہ آپ کا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا○

ع ۹ ۱۴

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دی انہوں نے لوط علیہ السلام کو وہی جواب دیا جو ان سے پہلے لوگ اپنے رسولوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔ چونکہ ان کے دل کفر میں ایک دوسرے کے مشابہ تھے اس لئے ان کے اقوال بھی ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے۔ نیز وہ اپنے شرک کے ساتھ ساتھ ایسی بدکاری کا ارتکاب بھی کرتے تھے جو ان سے پہلے دنیا میں کسی نے نہ کی تھی۔ وہ اپنے اسراف اور حد سے تجاوز کرنے کی بنا پر اپنی بیویوں کو چھوڑ کر جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تخلیق فرمایا تھا' مردوں کے ساتھ مجامعت کے گندے اور خبیث فعل کا ارتکاب کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام انہیں اس گندے کام سے روکتے رہے' یہاں تک کہ ﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' حضرت لوط علیہ السلام سے ﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ﴾ ''اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو شہر بدر کر دیا جائے گا۔''

جب لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اپنی بدکاری پر جمے ہوئے ہیں تو کہنے لگے: ﴿اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ﴾ ''میں تمہاری اس بدکرداری پر تم پر سخت ناراض ہوں'' میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں اور اس برے کام کے انجام سے ڈراتا ہوں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دعا کی: ﴿رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے میرے رب! مجھ

کو اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں سے نجات دے۔ ''یعنی ان کے فعل بد اور اس کے عذاب سے بچا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔

﴿ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴾ ''پس ہم نے ان کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی۔ ''یعنی یہ عورت ان لوگوں میں رہ گئی جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور یہ عورت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی۔ ﴿ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ان پر بارش برسائی۔ ''یعنی ہم نے ان پر کھنگر کے پتھر برسائے ﴿ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ ''پس جو بارش ان ڈرائے گئے لوگوں پر برسائی گئی، بہت بری تھی۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے آخری متنفس تک کو ہلاک کر دیا۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''بے شک اس میں ایک نشانی ہے مگر اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ بے شک آپ کا رب بڑا زبردست ہے اور نہایت رحم والا بھی۔''

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ

جھٹلایا صحرا نشینوں نے رسولوں کو ○ جب کہا ان سے شعیب نے، کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بلاشبہ میں ہوں

لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

تمہارے لیے رسول امین ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر (صلہ)، نہیں ہے

اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا

میرا اجر مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ پورا بھر کر دو تم ماپ، اور نہ ہو تم (دوسروں کو) نقصان دینے والوں میں سے ○ اور تولو تم

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

ساتھ ترازو سیدھی کے ○ اور نہ کم دو تم لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ دوڑو تم زمین میں

مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ

فساد کرتے ہوئے ○ اور ڈرو تم اس (اللہ کی) ذات سے جس نے پیدا کیا تمہیں اور مخلوق پہلی کو ○ انہوں نے کہا یقیناً تو

مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾

سحر زدہ لوگوں میں سے ہے ○ اور نہیں ہے تو (کچھ اور) مگر بشر ہم جیسا ہی، اور بلاشبہ ہم گمان کرتے ہیں تجھے البتہ جھوٹوں میں سے ○

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ

پس گرا دے تو ہم پر ایک ٹکڑا آسمان سے اگر ہے تو سچوں میں سے ○ شعیب نے کہا، میرا رب خوب جانتا ہے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ

اس کو جو تم کرتے ہو ○ پس انہوں نے جھٹلایا اسے تو پکڑ لیا ان کو عذاب نے سائے والے دن کے بلاشبہ وہ تھا عذاب

یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿١٩٠﴾ وَ اِنَّ

ایک بڑے دن کا ○ بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے اور نہیں تھے اکثر ان کے ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ

رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿١٩١﴾ ع

آپ کا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

۱۱ع۱۰

﴿ اَصۡحٰبُ لۡئَیۡکَۃِ ﴾ یعنی گنجان درختوں والے باغات میں بسنے والے' مراد اصحاب مدین ہیں انہوں نے اپنے رسول حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا۔ شعیب علیہ السلام بھی وہی دعوت لے کر آئے تھے جو دیگر انبیاء و مرسلین لے کر آئے تھے۔ ﴿ اِذۡ قَالَ لَہُمۡ شُعَیۡبٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴾ ''جب شعیب نے انہیں کہا' تم ڈرتے کیوں نہیں؟'' یعنی اللہ تعالیٰ سے کہ تم کفر اور معاصی کو چھوڑ دو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں۔ ﴿ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴾ ''میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔'' اور اس پر یہ چیز مترتب ہوتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ یہ لوگ اپنے شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں بھی کمی کرتے تھے۔

اس لئے شعیب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ ﴾ ''ناپ کو پورا کرو'' ﴿ وَ لَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِیۡنَ ﴾ ''اور کم کر کے دینے والوں میں شمولیت نہ کرو۔'' یعنی جو ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کے مال کم کرتے ہیں' ان کے مال ہتھیا لیتے ہیں ﴿ وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ﴾ یعنی پورا تولنے والے درست ترازو کے ساتھ تولو جو کسی طرف نہ جھکے۔ ﴿ وَ اتَّقُوا الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَ الۡجِبِلَّۃَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴾ ''اور اس سے ڈرو جس نے تم کو اور تم سے پہلی خلقت کو پیدا کیا۔'' یعنی جس نے گزشتہ نسلوں کو پیدا کیا' وہ جس طرح تمہاری تخلیق میں منفرد ہے اسی طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو کسی کی شراکت کے بغیر پیدا کیا۔ اس لئے اس اکیلے کو عبادت اور توحید کا مستحق جانو جس طرح اس نے تمہیں وجود عطا کیا اور تمہیں بے شمار نعمتوں سے سرفراز کیا اسی طرح تم بھی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔

انہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرتے اور ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ ﴾ ''تم اس شخص کی مانند (کلام کرتے) ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہو'' اور وہ ہذیانی کیفیت میں باتیں کر رہا ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کیا جا سکتا ہے کہ اس کا مواخذہ نہ کیا جائے۔ ﴿ وَ مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ﴾ ''اور تم ہماری ہی طرح کے انسان ہو۔'' اس لئے تمہارے اندر ایسی کوئی فضیلت نہیں ہے جس کی بنا پر تمہیں ہم پر کوئی اختصاص حاصل ہو' یہاں تک کہ تم ہم سے اپنی اتباع کا مطالبہ کرنے لگو۔ اس قسم کی بات ان سے پہلے لوگوں نے بھی کی اور ان کے بعد آنے والوں نے بھی کی اور اسی شبہ کی بنا پر انہوں نے رسولوں کی مخالفت کی اور ان پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ وہ دلوں کی مشابہت اور کفر پر اتفاق ہونے کی وجہ سے اس شبہ پر

بھی متفق ہیں۔ رسولوں نے ان کے اس شبہ اور اعتراض کا ان الفاظ میں جواب دیا: ﴿ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ (ابرٰھیم: ۱۱/۱٤) ''ہم کچھ نہیں مگر تم ہی جیسے انسان ہیں' لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔'' ﴿ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ ''اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔'' یہ ان کی جرأت' ظلم اور قول باطل تھا وہ سب حضرت شعیب علیہ السلام کی مخالفت پر متفق تھے۔ جو کوئی بھی رسول اپنی قوم میں مبعوث ہوا اس نے اپنی قوم کو توحید کی طرف دعوت دی اور اپنی قوم کے ساتھ مجادلہ کیا اور انہوں نے بھی اس (نبی) سے مجادلہ کیا البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر ایسی ایسی نشانیاں ظاہر کیں جن کی بنا پر انہیں اس کی صداقت اور امانت پر یقین تھا۔ خاص طور پر شعیب علیہ السلام' جن کو اپنی قوم کے ساتھ بہترین طریقے سے بحث وجدال کرنے کی بنا پر ''خطیب الانبیاء'' کہا جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو آپ کی صداقت کا یقین تھا اور وہ خوب جانتے تھے کہ آپ کی دعوت حق ہے۔ مگر ان کا آپ کے بارے میں جھوٹ کا گمان کرتے ہوئے خبر دینا' ان کا جھوٹ تھا۔

﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ ''پس تم آسمان سے ایک ٹکڑا لا کر ہم پر گراؤ۔'' یعنی تو ہم پر عذاب نازل کر دے جو ہماری جڑ کاٹ دے۔ ﴿ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر تو سچا ہے۔'' ان کی یہ بات ان کے بھائی' دیگر کفار کے اس قول کی مانند تھی: ﴿ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (الانفال: ۸/۳۲) ''اور آپ اس بات کو بھی یاد کیجئے جب انہوں نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔'' یا انہوں نے بعض معجزات کا مطالبہ کیا' جن کے سائل کے لیے مطلوب کو پورا کرنا لازم نہیں۔ ﴿ قَالَ ﴾ شعیب علیہ السلام نے کہا: ﴿ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''تم جو کام کرتے ہو' میرا رب اس سے خوب واقف ہے۔'' یعنی میرا رب نزول عذاب اور وقوع معجزات کے بارے میں جانتا ہے۔ میں وہ ہستی نہیں جو اپنی طرف سے تمہیں یہ معجزات دکھاؤں یا تم پر کوئی عذاب نازل کروں مجھ پر اس کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں اور تمہاری خیر خواہی کروں۔ سو میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ معجزات کو میرا رب لے کر آتا ہے جو تمہارے اعمال واحوال سے واقف ہے جو تمہارا حساب لے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿ فَكَذَّبُوْهُ ﴾ ''پس انہوں نے اس (شعیب علیہ السلام) کو جھٹلایا۔'' اپنے انبیاء کی تکذیب کرنا ان کا وصف اور کفران کی عادت بن گئی حتی کہ نزول عذاب کے سوا معجزات نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ کوئی حیلہ ان کے کام آیا۔ ﴿ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ﴾ ''پس یوم سائبان کے عذاب نے ان کو آ پکڑا۔'' یعنی ایک بادل ان پر سایہ کناں ہوا اور یہ لوگ اس کے سائے سے لذت حاصل کرنے کے لئے اس کے

نیچے جمع ہو گئے۔ پس اس بادل نے عذاب کے ذریعے سے ان کو جلا ڈالا اور وہ اس کے نیچے بے حس و حرکت پڑے رہ گئے' وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر بد بختی اور عذاب کی وادی میں جا نازل ہوئے۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔'' یہ اب دنیا میں واپس نہیں آئیں گے کہ دوبارہ عمل کریں اور کسی گھڑی ان سے عذاب منقطع ہو گا نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ اس میں ایک نشانی ہے'' جو حضرت شعیب علیہ السلام کی صداقت' آپ کی دعوت کے صحیح ہونے اور آپ کی قوم نے جو آپ کا رد کیا اس کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ان میں اکثر لوگ آیات و معجزات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی ایمان نہ لائے۔ کیونکہ ان میں کوئی پاکیزگی ہے نہ ان کے پاس کوئی بھلائی ہے: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (یوسف:۱۰۳/۱۲) ''خواہ آپ کتنی ہی خواہش کیوں نہ کریں مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔''

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''بے شک تیرا رب غالب ہے'' جو اپنی قدرت کی بنا پر کسی کے ادراک کی گرفت میں نہیں آسکتا اور وہ تمام مخلوقات پر غالب اور زبردست ہے۔ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ وہ ذات' رحمت جس کا وصف ہے۔ دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں' یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اس وقت سے لے کر اس کی انتہا تک' اس میں موجود تمام بھلائیاں' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہی ہے کہ اس نے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے اس کے انبیاء و رسل کی تکذیب کی اور یہ اس کی رحمت ہی کے آثار ہیں کہ اس نے اپنے اولیاء اور ان کے متبعین اہل ایمان کو نجات دی۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ
اور بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ نازل کیا ہوا ہے رب العالمین کا ○ اترا ہے اسکو لے کر روح الامین (جبرائیل) ○ اوپر آپکے دل کے تاکہ ہوں آپ
مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ
ڈرانے والوں میں سے ○ زبان عربی میں جو فصیح ہے ○ اور بلاشبہ وہ (اسکا ذکر موجود) ہے البتہ پہلی کتابوں میں بھی ○ کیا نہیں
يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ
ہے ان کیلئے ایک نشانی یہ کہ جانتے ہیں اس (قرآن یا رسول) کو علماء بنی اسرائیل کے؟ ○ اور اگر نازل کرتے ہم اس قرآن کو کسی پر
الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ
عجمیوں میں سے ○ پس وہ پڑھتا اسے ان پر (تو بھی) نہ ہوتے وہ اس پر ایمان لانیوالے ○ اسی طرح داخل کیا ہے ہم نے اس (تکذیب) کو دلوں میں
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ
مجرموں کے ○ نہیں ایمان لائینگے وہ اس پر حتی کہ دیکھ لیں وہ عذاب نہایت دردناک ○ پس آجائیگا وہ (عذاب) انکے پاس

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اچانک ہی جب کہ وہ نہ شعور رکھتے ہوں گے ○ تو وہ کہیں گے کیا ہم مہلت دیئے جائیں گے؟ ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام کا ان کی قوموں کے ساتھ قصہ بیان فرمایا اور انبیاء کرام نے کیسے ان کو توحید کی دعوت دی اور کیسے انہوں نے ان کی دعوت کو ٹھکرایا اور پھر کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا اور ان کا انجام برا ہوا...... تو اللہ تعالیٰ نے اس رسول کریم' عظمت شان کے حامل نبی مصطفیٰ (ﷺ) اور اس کتاب کا ذکر فرمایا جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے جس میں عقل مندوں کے لئے ہدایت ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور یہ (قرآن) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔'' پس وہ ہستی جس نے اس عظیم کتاب کو نازل فرمایا' زمین وآسمان کو پیدا کرنے والی اور تمام عالم علوی اور سفلی کی مربی ہے۔ جس طرح اس نے بندوں کی ان کے جسمانی اور دنیاوی مصالح میں تربیت کی' اسی طرح اس نے ان کے دین ودنیا کے مصالح میں بھی راہنمائی فرما کر ان کی تربیت کی۔ سب سے عظیم چیز جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تربیت کی ہے وہ اس کتاب کریم قرآن مجید کا نازل فرمانا ہے جو بے انتہا بھلائی اور بے پایاں نیکی پر مشتمل ہے۔ یہ دین ودنیا کے مصالح اور اخلاق فاضلہ کو متضمن ہے جن سے دوسری کتابیں تہی دامن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ میں اس کتاب کی تعظیم اور اس کے مہتم بالشان ہونے پر دلیل ہے نیز اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عظیم کتاب کسی اور ہستی کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اس کے نازل کرنے کا مقصد تمہارا افائدہ اور تمہاری ہدایت ہے۔ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾ ''اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔'' اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جو فرشتوں میں سب سے افضل اور سب سے طاقتور ہیں ﴿الْاَمِيْنُ﴾ ''وہ امانت دار ہیں'' وہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔ ﴿عَلٰى قَلْبِكَ﴾ ''آپ کے دل پر۔'' یعنی اے محمد (ﷺ)! جبریل اسے لے کر آپ کے دل پر نازل ہوا ﴿لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ تاکہ آپ اس کے ذریعے سے لوگوں کو رشد وہدایت کی راہ دکھائیں اور ان کو گمراہی کا راستہ اختیار کرنے سے ڈرائیں۔ ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ﴾ ''صاف صاف عربی زبان میں'' اور عربی زبان سب سے افضل زبان ہے اور اسے ان لوگوں کی زبان میں نازل کیا گیا ہے جن کی طرف اسے بھیجا گیا ہے اور ان کو دعوت دینے میں یہی زبان استعمال ہوئی ہے' صاف اور واضح زبان۔

آپ غور کیجئے کہ کیسے یہ تمام فضائل فاخرہ اس عظیم کتاب میں جمع ہوگئے ہیں یہ کتاب سب سے افضل کتاب ہے' اسے سب سے افضل فرشتہ لے کر نازل ہوا' اس ہستی پر نازل ہوئی جو مخلوق میں سب سے افضل ہے اور جسم میں سب سے افضل حصے یعنی آپ کے دل پر نازل کی' سب سے افضل امت پر نازل کی گئی اور سب سے افضل' سب سے فصیح اور سب سے وسیع زبان میں نازل کی گئی اور وہ ہے واضح عربی زبان۔

﴿وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ﴾ ''اور اس کی خبر پہلی کتابوں میں ہے۔'' یعنی پہلی کتابوں میں اس کی خوشخبری دی گئی ہے اور پہلی کتابوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ چونکہ ان کتابوں نے اس کے بارے میں جو خبر دی تھی یہ اس کے مطابق نازل ہوئی ہے اس لئے یہ ان کی تصدیق ہے۔ بلکہ یہ کتاب حق کے ساتھ آئی ہے اور تمام رسولوں کی تصدیق کرتی ہے۔ ﴿اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً﴾ ''کیا ان کے لئے یہ دلیل نہیں'' اس کتاب کی صحت اور اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر ﴿اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ ''کہ اسے علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں'' جن پر علم کی انتہا ہے اور وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور انصاف کرنے والے لوگ ہیں۔ کیونکہ اگر کسی معاملے میں اشتباہ واقع ہو جائے تو باصلاحیت اور اہل درایت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور ان کا قول دوسروں پر حجت ہوتا ہے۔ جیسے ان جادوگروں نے' جو جادو کے علم میں ماہر تھے' موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی صداقت کو پہچان لیا۔ اس کے بعد جاہل اور لاعلم لوگوں کے قول کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔

﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ﴾ ''اور اگر ہم اس کو کسی غیر اہل زبان پر اتارتے۔'' جو ان کی زبان کو سمجھتے ہوں نہ مناسب طریقے سے تعبیر کلام کی قدرت رکھتے ہوں۔ ﴿فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ﴾ ''تو وہ ان (قریش) کو پڑھ کر سناتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔'' وہ کہتے کہ وہ جو کہتا ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ کس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس لئے ان کو اپنے رب کی حمد و ثنا کرنی چاہیے کہ یہ کتاب ایسے شخص پر نازل ہوئی ہے جو مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح اللسان اور عبارات واضحہ کے ذریعے سے اس کتاب کے مقاصد کی تعبیر کرنے کی سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا اور ان کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ پس ان کو چاہیے کہ وہ اس کی تصدیق کرنے' اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اسے قبول کرنے میں جلدی کریں مگر کسی شبہ کے بغیر ان کا اس کتاب کو جھٹلانا' کفر و عناد کے سوا کچھ نہیں اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو انبیاء کی تکذیب کرنے والی امتوں میں متواتر چلا آ رہا ہے' اس لئے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ﴾ ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس (تکذیب) کو اسی طرح داخل کر دیا ہے جیسے سوئی کے ناکے میں دھاگہ داخل ہوتا ہے۔ تکذیب ان کے دلوں میں رچ بس کر ان کا وصف بن گئی ہے۔

یہ ان کے ظلم اور ان کے جرائم کے سبب سے ہے۔ اس لئے ﴿لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ﴾ ''یہ لوگ اس پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ (اپنی تکذیب کی پاداش میں) دردناک عذاب نہیں دیکھ لیتے۔'' ﴿فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾ یہ عذاب ان کو اچانک اور ان کی غفلت کی حالت میں آ لے گا' انہیں اس کا احساس تک ہو گا نہ اس کے نازل ہونے کا شعور ہو گا تاکہ اس عذاب کے ذریعے سے ان کو پوری طرح سزا دی جائے۔ ﴿فَیَقُوْلُوْا﴾ اس وقت یہ کہیں گے ﴿هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ﴾ ''کیا ہمیں مہلت ملے

گی؟'' یعنی وہ درخواست کریں گے کہ ان کو مہلت اور ڈھیل دی جائے اور حال یہ ہے کہ مہلت کا وقت گزر گیا اور ان پر عذاب نازل ہو گیا جسے ان پر سے کبھی نہیں اٹھایا جائے گا اور نہ کبھی ایک گھڑی کے لئے منقطع ہو گا۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ

کیا پس ہمارا عذاب وہ (لوگ) جلدی طلب کرتے ہیں؟○ کیا پس دیکھا آپ نے اگر فائدہ دیں ہم انکو کئی سال○ پھر آ جائے انکے پاس

مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾

وہ (عذاب) جس کا تھے وہ وعدہ دیئے جاتے○ تو نہیں کفایت کریں گی ان سے وہ چیزیں جن سے تھے وہ فائدہ پہنچائے جاتے○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَفَبِعَذَابِنَا﴾ ''کیا یہ ہمارے عذاب کے لئے۔'' جو بہت بڑا اور دردناک عذاب ہے جسے ہیچ سمجھا جا سکتا ہے نہ حقیر جانا جا سکتا ہے ﴿يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''جلدی مچاتے ہیں؟'' کس چیز نے ان کو فریب میں مبتلا کر رکھا ہے؟ کیا اس عذاب کو برداشت کرنے کی ان میں قوت اور طاقت ہے؟ جب یہ عذاب نازل ہو جائے گا تو کیا یہ اس کو دور کرنے یا اس کو اٹھا لینے کی قوت رکھتے ہیں...... یا یہ ہمیں عاجز سمجھتے ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ ہم عذاب نازل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے؟ ﴿اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ﴾ ''بھلا دیکھو تو اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہیں۔'' یعنی کیا آپ نے کچھ غور کیا کہ اگر ہم ان پر جلدی عذاب نازل نہ کریں اور ان کو چند سالوں کے لئے مہلت دے دیں اور یہ دنیا سے فائدہ اٹھائیں ﴿ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ ''پھر ان پر وہ واقع ہو جائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' یعنی عذاب کا۔ ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ﴾ ''جن (لذات و شہوات) سے وہ متمتع ہوتے تھے' وہ ان کے کسی کام نہ آئیں گی۔'' یعنی کون سی چیز ان کے کام آ سکتی اور انہیں کوئی فائدہ دے سکتی ہے؟ دراں حالیکہ لذتیں باطل اور مضمحل ہو کر ختم ہو گئیں اور اپنے پیچھے برے اثرات چھوڑ گئیں اور انہیں طویل مدت تک کئی گنا عذاب دیا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ وہ وقوع عذاب اور اس کے مستحق ہونے سے بچیں اور رہا عذاب کا جلدی نازل ہونا یا اس کے نزول میں تاخیر ہونا' تو اس کے تحت کوئی اہمیت ہے نہ اس کے نزدیک اس کا کوئی فائدہ۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ

اور نہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بستی مگر اس کیلئے تھے ڈرانیوالے○ یاد دہانی کیلئے اور نہیں ہیں ہم ظلم کرنیوالے○ اور نہیں لے کر اترے اس (قرآن) کو

الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾

شیاطین○ اور نہیں لائق ان کیلئے اور نہ وہ (اسکی) استطاعت ہی رکھتے ہیں○ بلاشبہ وہ تو اسکے سننے سے بھی البتہ دور رکھے گئے ہیں○

اللہ تبارک و تعالیٰ' اہل تکذیب کو ہلاک کرنے کے بارے میں اپنے عدل کامل کے متعلق آگاہ فرماتا ہے کہ وہ کسی بستی پر اس وقت تک عذاب اور ہلاکت نازل نہیں کرتا جب تک ان کا عذر ختم نہ ہو جائے اور ان پر حجت قائم

نہ ہو جائے۔ وہ ان کے اندر ان کو برے انجام سے ڈرانے والے مبعوث کرتا ہے جو انہیں واضح آیات کے ذریعے سے ڈراتے ہیں، انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں، انہیں ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے روکتے ہیں، وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی ناراضی کے بارے میں اس کی عادت سے متنبہ کرتے ہیں۔ ﴿ذِكْرٰى﴾ ’’نصیحت‘‘ یعنی یہ اتمام حجت ان کے لیے یاد دہانی اور ان کے خلاف حجت قائم کرنا ہے ﴿وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ’’اور ہم ظلم کرنے والے نہیں۔‘‘ کہ ہم بستیوں کو ان کے انجام سے ڈرائے بغیر ہلاک کر دیں، ان کو پکڑ لیں اور ان کی حالت یہ ہو کہ انہیں ڈرانے والوں کے بارے میں کچھ خبر نہ ہو۔ ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ (بنی اسراءیل: ۱۵/۱۷) ’’اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ حق و باطل کا فرق سمجھانے کے لئے ایک رسول نہ بھیج دیں۔‘‘ ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النساء: ۱٦٥/٤) ’’تمام رسولوں کو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا ہے تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔‘‘

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم کا کمال اور اس کی جلالت بیان کرتے ہوئے اسے ہر صفت نقص سے منزہ قرار دیا نیز واضح کر دیا کہ وہ قرآن کے نازل ہونے کے وقت اور اس کے بعد شیاطین جن و انس سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ○ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ﴾ ’’اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نازل ہوئے ہیں نہ یہ ان کے لائق ہی ہے۔‘‘ یعنی یہ چیز ان کے حال کے لائق ہے نہ ان سے کوئی مناسبت رکھتی ہے ﴿وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ ’’اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔‘‘ ﴿اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾ ’’وہ (آسمانی باتوں کے) سننے سے الگ کر دیے گئے ہیں۔‘‘ یعنی وہ اس سے دور کر دیے گئے ہیں اور اس کی حفاظت کی خاطر شیاطین کے لئے شہاب ثاقب تیار کئے گئے ہیں۔ اس قرآن کو جبریل لے کر نازل ہوتا ہے جو سب سے طاقتور فرشتہ ہے شیطان اس کے قریب پھٹک سکتا ہے نہ اس کے ارد گرد منڈلا سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۹/۱۵) ’’ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

پس نہ پکاریں آپ ساتھ اللہ کے معبود کوئی اور، پس ہو جائیں گے آپ (بھی) ان لوگوں میں سے جو عذاب دیے گئے○ اور ڈرائیں آپ اپنے قبیلے سے

الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ

قریبی لوگوں کو○ اور جھکا دیجیے اپنا بازو واسطے ان لوگوں کے، جنہوں نے پیروی کی آپ کی مومنوں میں سے○ پس اگر وہ نافرمانی کریں آپ کی،

فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾

تو کہہ دیجیے، بلاشبہ میں بری ہوں اس سے جو تم عمل کرتے ہو○

اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) کو اصلاً اور آپ کی امت کو تبعاً غیر اللہ یعنی تمام مخلوق کو پکارنے سے روکتا ہے۔ اس لیے کہ غیر اللہ کو پکارنا عذاب دائمی اور عقوبت سرمدی کا موجب ہے کیونکہ یہ شرک ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۷۲) ''جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔'' کسی کام سے روکنا دراصل اس کے مخالف کام کے کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ اس لئے شرک سے روکنا درحقیقت عبادت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص، اسی کے لئے محبت، اسی سے خوف، اسی سے امید، صرف اسی کے سامنے اظہار تذلل اور ہر وقت صرف اسی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو ان امور کا حکم دیا جن سے آپ کے نفس کو کمال حاصل ہوتا ہے تو پھر آپ کو دوسروں کی تکمیل کے بارے میں حکم فرمایا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ ''اور اپنے قریبی عزیزوں کو ڈرائیں۔'' یعنی جو آپ کے سب سے زیادہ قریبی اور دینی اور دنیاوی احسان کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ چیز تمام لوگوں کو ڈرانے کے حکم کے منافی نہیں ہے۔ جیسے، جب انسان کو عمومی احسان کا حکم دیا جاتا ہے اور پھر اسے کہا جاتا ہے: (أَحْسِنْ إِلىٰ قَرَابَتِكَ) ''اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' تب یہ خاص حکم تاکید اور حق کے زیادہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس حکم الٰہی کی تعمیل کی، چنانچہ آپ نے قریش کے تمام گھرانوں کو عمومی اور خصوصی دعوت دی ان کو وعظ و نصیحت کی۔ آپ نے اپنے رشتہ داروں کی خیر خواہی اور ہدایت کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جسے ہدایت عطا ہوئی تھی اس نے ہدایت حاصل کر لی، جس نے روگردانی کرنی تھی اس نے روگردانی کی۔

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اہل ایمان جو آپ کے متبعین ہیں ان کے ساتھ نرم برتاؤ کیجئے'' ان کے ساتھ نہایت نرمی سے بات کیجئے ان کے ساتھ محبت و مودت، حسن اخلاق اور احسان کامل سے پیش آئیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد کی تعمیل کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۵۹) ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ ان لوگوں کے لئے بڑے نرم واقع ہوئے ہیں اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے آس پاس سے چھٹ جاتے پس آپ ان کو معاف کر دیجئے، ان کے لیے مغفرت مانگئے اور اجتماعی امور میں ان سے مشاورت کر لیا کیجئے۔''

رسول مصطفیٰ ﷺ کے یہ اخلاق، کامل ترین اخلاق تھے جن کے ذریعے سے عظیم مصالح حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے مضر امور دور ہوتے ہیں۔ جن کا ہر روز مشاہدہ ہوتا ہے...... تب کیا اس شخص کے لائق ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی اتباع اور اقتداء کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں پر بوجھ بنے، بداخلاق

سخت طبیعت، سخت دل، بدخو اور بدکلام ہو؟ اور اگر وہ ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سوءِ ادب دیکھے تو ان سے ناراض ہو جائے اور ان کو چھوڑ دے تب وہ ان سے نرم برتاؤ کرے نہ اس کے ہاں ان کے لئے کوئی ادب اور کوئی توفیق ہو۔ اس طرزِ عمل کے نتیجے میں بہت سے مفاسد حاصل اور بہت سے مصالح معطل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اسے پائیں گے کہ وہ اس شخص کی تحقیر کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صفات کو اختیار کرتا ہے، وہ اس کے حسنِ اخلاق کو نفاق اور مداہنت کا نام دیتا ہے، اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھتا ہے اور اپنے عمل پر خوش ہوتا ہے۔ یہ طرزِ عمل اس کی جہالت، شیطان کی تزیین اور اس کا فریب شمار ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: ﴿فَاِنْ عَصَوْكَ﴾ اگر یہ کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی کریں تو آپ ان سے بیزار ہوں نہ ان سے معاملات کو ترک کریں ان کے ساتھ نرم برتاؤ کریں اور نرمی سے پیش آئیں۔ البتہ آپ ان کے برے عمل سے براءت کا اظہار کریں، ان کو نصیحت کریں اور ان کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئیں۔ ان کو اس برے عمل سے روکنے اور اس سے توبہ کروانے کے لئے مقدور بھر کوشش کریں۔ یہ آیتِ کریمہ ان لوگوں کے وہم کو رد کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ﴾ اہل ایمان سے صادر ہونے والے ہر فعل پر، جب تک وہ مومن ہیں، رضا کا تقاضا کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ

اور توکل کیجیے اس پر جو غالب نہایت رحم کرنیوالا ہے ○ وہ جو دیکھتا ہے آپکو جب آپ کھڑے ہوتے ہیں (نماز کیلئے) ○ اور آپکے پھرنے (اٹھنے بیٹھنے) کو

فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾

سجدہ کرنے والوں میں ○ بلاشبہ وہ (اللہ) ہے خوب سننے والا، خوب جاننے والا ○

جن امور کو قائم کرنے کا حکم بندۂ مومن کو دیا گیا ہے، ان کے قیام میں سب سے بڑی مددگار چیز اپنے رب پر بھروسہ اور ان امور کو قائم کرنے کی توفیق کے لئے اپنے مولائے کریم سے اعانت کا سوال ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے توکل کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''اور غالب، مہربان پر توکل کرو۔'' توکل سے مراد دل کا جلب منفعت اور دفع مضرت کے لئے، اپنے مطلوب کے حصول پر وثوق اور حسن ظن کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے کیونکہ وہ غالب اور مہربان ہے۔ وہ اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر اپنے بندے کو بھلائی عطا کرنے اور اس سے شر کو دور کرنے پر قادر ہے اور وہ اپنی رحمت سے اس فعل کو سر انجام دیتا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اعانت، اس کے قرب کے استحضار اور مقام احسان پر فائز ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ ﴿الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ﴾ وہ آپ کو، اس عظیم عبادت میں، جو نماز ہے، جب آپ قیام اور رکوع و سجود میں مصروف ہوتے ہیں، دیکھ رہا ہوتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر نماز کا

ذکر اس لئے کیا ہے کہ نماز فضل و شرف کی حامل ہے نیز جو کوئی استحضار کے ساتھ نماز پڑھتا ہے وہ اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے اور اسے خشوع و تذلل حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کی تکمیل کرتا ہے۔ نماز کی تکمیل ہی سے تمام اعمال کی تکمیل ہوتی ہے اور نماز ہی کے ذریعے سے دیگر تمام امور پر اللہ تعالیٰ سے اعانت طلب کی جاتی ہے۔

﴿ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ ﴾ یعنی وہ تمام آوازوں کو ان کے اختلاف، تشتت اور تنوع کے باوجود سنتا ہے۔ ﴿ الْعَلِيْمُ ﴾ یعنی اس کے علم نے تمام ظاہر و باطن اور غائب و موجود کا احاطہ کر رکھا ہے۔ پس بندۂ مومن کا یہ استحضار اور شہود کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے تمام احوال میں دیکھ رہا ہے، وہ جو کچھ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سن رہا ہے، وہ اس کے دل کے عزائم، ارادوں اور نیتوں کو خوب جانتا ہے، منزل احسان تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ

کیا خبر دوں میں تمہیں کس پر نازل ہوتے ہیں شیطان؟ ○ نازل ہوتے ہیں وہ اوپر ہر جھوٹ گھڑنے والے، گناہ گار کے ○ وہ لگاتے ہیں

السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ

کان (اپنے شیطانوں کی طرف) اور اکثر انکے جھوٹے ہیں ○ اور شاعر، پیروی کرتے ہیں انکی گمراہ لوگ ○ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بلاشبہ وہ

فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲٦﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

(خیال کی) ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں؟ ○ اور بلاشبہ وہ کہتے ہیں وہ بات جو وہ نہیں کرتے ○ مگر وہ لوگ جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا

ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک اور یاد کیا انہوں نے اللہ کو بہت اور بدلہ لیا انہوں نے بعد اس کے کہ

ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

وہ ظلم کیے گئے تھے، اور عنقریب جان لیں گے وہ جنہوں نے ظلم کیا کہ کون سی لوٹنے کی جگہ وہ لوٹیں گے؟ ○

ع ۱۵

یہ اہل تکذیب میں سے ان لوگوں کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ محمد (ﷺ) پر شیطان نازل ہوتا ہے نیز ان لوگوں کی بات کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) شاعر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ ﴾ ''کیا تمہیں (حقیقی خبر سے) آگاہ نہ کروں؟'' اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں، یعنی میں تمہیں ان لوگوں کی صفات سے آگاہ کرتا ہوں جن پر شیاطین نازل ہوا کرتے ہیں۔

﴿ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ ﴾ ''ہر کذاب' (قول باطل کے قائل اور افترا پرداز) پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔''

﴿ اَثِيْمٍ ﴾ یعنی گناہوں کا ارتکاب کرنے والا اور بہت نافرمان...... اس قسم کے لوگوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور شیاطین انہی لوگوں کے احوال سے مناسبت رکھتے ہیں۔

﴿ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ ﴾ ''جو سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں۔'' یعنی آسمان سے سن گن لے کر چرائی ہوئی باتیں

ان کے کانوں میں ڈالتے ہیں ﴿ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴾ ''اور وہ اکثر جھوٹے ہیں۔'' یعنی جو باتیں ان کے کانوں میں ڈالتے ہیں ان میں سے اکثر باتیں جھوٹی ہیں۔ اگر ایک بات سچی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ایک سو جھوٹی باتیں شامل کر دیتے ہیں۔ تب حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا ہے اور حق اپنی قلت اور عدم علم کی بنا پر کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کے اوصاف ہیں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور یہ شیطانی الہام کا وصف ہے...... رہے رسول مصطفیٰ محمد ﷺ تو آپ کا حال ان احوال سے بہت زیادہ مختلف ہے کیونکہ آپ صادق، امین، نیکوکار، رشد و ہدایت پر کاربند ہیں۔ آپ طہارت قلب، صدق مقال، محرمات سے پاک افعال کے جامع ہیں۔ آپ کی طرف جو اللہ کی طرف سے وحی نازل کی جاتی ہے، نزول کے وقت اس کی حفاظت کی جاتی ہے یہ وحی صدق عظیم پر مشتمل ہوتی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ اے عقل مند لوگو! کیا رسول اللہ ﷺ کا رشد و ہدایت پر مبنی طریقہ اور شیاطین کی افترا پردازی برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ دونوں متضاد اوصاف صرف اسی شخص پر مشتبہ ہو سکتے ہیں جو پاگل ہو اور چیزوں کے درمیان فرق اور امتیاز کرنے سے عاری ہو۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ان نزول شیاطین سے منزہ قرار دیا تو آپ کو شعر سے بھی مبرا قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالشُّعَرَآءُ ﴾ یعنی کیا میں تمہیں شعراء کے احوال اور ان کے اوصاف ثابتہ کے بارے میں بھی آگاہ نہ کروں؟ ﴿ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴾ ''ان کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو بھٹکے ہوئے'' راہ ہدایت سے اور گمراہی اور ہلاکت کے راستے پر گامزن ہیں۔ پس شعراء خود گمراہ ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ نظریاتی طور پر بھٹکا ہوا گمراہ اور مفسد شخص ان کی پیروی کرنے والوں میں شامل ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ کیا آپ نے ان کی گمراہی اور شدت ضلالت کو نہیں دیکھا ﴿ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ ﴾ ''کہ بے شک وہ (شاعری کی) ہر وادی میں'' ﴿ يَّهِيْمُوْنَ ﴾ ''آوارہ و سرگشتہ پھرتے ہیں۔'' کبھی مدح میں اشعار کہتے ہیں کبھی مذمت میں، کبھی صدق کے بارے میں اور کبھی کذب کے بارے میں، کبھی غزل کہتے ہیں اور کبھی تمسخر اڑاتے ہیں، کبھی تکبر کا اظہار کرتے ہیں اور کبھی حزن و غم کا۔ ان کو کہیں قرار ملتا ہے نہ کسی حال میں ثبات حاصل ہوتا ہے۔

﴿ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ ''اور بے شک وہ ایسی بات کہتے وہ ہیں جو وہ بذات خود نہیں کرتے۔'' یہ شعراء کا وصف ہے کہ ان کے قول و فعل میں سخت تضاد ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی شاعر کو رقت انگیز غزل کہتے ہوئے سنیں گے تو آپ کہہ اٹھیں گے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ عشق کا مارا ہوا شخص ہے حالانکہ اس کا دل عشق سے خالی ہوگا۔ اگر آپ اس کو کسی کی مدح یا مذمت کرتے ہوئے سنیں تو کہیں گے کہ یہ سچ ہے حالانکہ وہ جھوٹ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ بعض افعال پر اپنی ستائش آپ کرتا ہے حالانکہ وہ ان افعال کے قریب سے نہیں گزرا ہوتا، وہ افعال کے ترک کرنے پر اپنی تعریف کرتا ہے حالانکہ اس نے اس فعل کو کبھی ترک نہیں کیا ہوتا، وہ اپنی سخاوت کی تعریف

میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے حالانکہ اس کا اس کوچے سے کبھی گزر ہی نہیں ہوا ہوتا۔ وہ اپنی شجاعت کے تذکرے کرتا ہے جس کی بنا پر اس نے بڑے بڑے شہسواروں کو زیر کر لیا ہوتا ہے حالانکہ آپ اسے دیکھیں گے کہ وہ انتہائی بزدل ہے...... یہ ہیں شعراء کے اوصاف۔

اب آپ غور کیجئے کہ آیا مرقومہ بالا احوال رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ جیسی ہدایت یافتہ اور پاکیزہ ہستی کے احوال سے مطابقت رکھتے ہیں، جن کی پیروی ہر وہ شخص کرتا ہے جو صاحب رشد و ہدایت ہے۔ آپ راہ راست پر نہایت استقامت سے گامزن اور ہلاکت کی وادیوں سے دور رہتے ہیں۔ آپ کے افعال تناقض سے پاک ہوتے ہیں اور آپ کے اقوال و افعال میں تضاد نہیں ہوتا۔

آپ صرف نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، ہمیشہ سچی خبر دیتے ہیں۔ اگر آپ کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں تو اس پر سب سے پہلے خود عمل کرتے ہیں اور اگر کسی کام سے روکتے ہیں تو سب سے پہلے خود اس کام کو ترک کرتے ہیں۔ کیا آپ کا حال ان شاعروں کے احوال سے کوئی مناسبت رکھتا ہے یا ان کے احوال کے کہیں قریب دکھائی دیتا ہے؟ یا ہر لحاظ سے آپ کے احوال ان شعراء حضرات کے احوال سے بالکل مختلف ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو ابدالآباد تک اس رسول اکمل اور سب سے افضل، عالی ہمت سردار پر جو شاعر ہے نہ ساحر و مجنون بلکہ اوصاف کمال کے سوا اور کچھ اس کے لائق نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے شعراء کے یہ اوصاف بیان کرنے کے بعد ان میں ان شعراء کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، نیک کام کرتے ہیں، نہایت کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اپنے مشرک دشمنوں سے انکے ظلم کا بدلہ لیتے ہیں۔ ان کی شاعری انکے اعمال صالحہ اور آثار ایمان میں شمار ہوتی ہے کیونکہ یہ اہل ایمان کی مدح، اہل کفر و شرک سے انتقام، اللہ تعالیٰ کے دین کے دفاع، علوم نافعہ کی توضیح و تبیین اور اخلاق فاضلہ کی ترغیب پر مشتمل ہوتی ہے، اس لئے فرمایا: ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ وہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔'' یعنی حساب کتاب کے لئے، کوئی چھوٹی یا بڑی چیز ایسی نہ ہوگی جسے اللہ تعالیٰ نے درج نہ کر رکھا ہو، کوئی حق ایسا نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ پورا نہ کرے۔ والحمدللہ رب العالمین

تفسیر سُوْرَةُ النَّمْلِ

سُوْرَةُ النَّمْلِ (٢٧) مَكِّيَّةٌ (٤٨)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ٩٣ رُكُوْعَاتُهَا ٧

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ ① هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ ②

طٰسٓ ، یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کتاب واضح کی ○ ہدایت اور خوش خبری ہے مومنوں کے لئے ○

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ③ اِنَّ

(یعنی) وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز اور ادا کرتے ہیں زکوۃ، اور ساتھ آخرت کے، وہ یقین رکھتے ہیں ○ بلاشبہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۭ ④ اُولٰٓئِكَ

وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے، مزین کر دیے ہیں ہم نے ان کیلئے انکے اعمال، پس وہ سرگرداں پھرتے ہیں ○ یہ لوگ

الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى

وہ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہ آخرت میں، وہی خسارہ پانے والے ہیں ○ اور بلاشبہ آپ سکھلائے جاتے ہیں

الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ⑥

(یہ) قرآن جو طرف سے ہے نہایت حکمت والے، خوب جاننے والے کی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو قرآن کی عظمت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے اور ایک ایسی دلیل بیان کرتا ہے جو اس کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''یہ قرآن اور کتاب واضح کی آیات ہیں۔'' یعنی یہ سب سے بڑی نشانی، سب سے قوی ثبوت اور سب سے واضح دلائل ہیں۔ نیز جلیل ترین مطالب، کو بیان کرنے والی، سب سے افضل مقاصد، بہترین اعمال اور پاکیزہ ترین اخلاق پر سب سے واضح دلیل ہے۔ یہ آیات ہیں جو سچی خبروں، بہترین احکام، تمام گندے اعمال اور مذموم اخلاق کی نہی پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ آیات اپنے واضح اور ظاہر ہونے کے اعتبار سے روشن بصیرت کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے چشم بینا کے لئے سورج۔ یہ ایسی آیات ہیں جو ایمان پر دلالت کرتی ہیں اور ایمان تک پہنچنے کی دعوت دیتی ہیں۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات کی خبر دیتی ہیں۔ یہ ایسی آیات ہیں جو رب عظیم کے اسمائے حسنیٰ، صفات عالیہ اور افعال کاملہ کے ذریعے سے اس کی معرفت کی دعوت دیتی ہیں۔ یہ ایسی آیات ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کے اولیاء کی پہچان کروائی اور ان کے اوصاف بیان کیے گویا کہ ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بہت سے لوگوں نے ان آیات سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، تمام معاندین حق نے ان کی راہنمائی کو قبول نہ کیا، تاکہ یہ آیات الٰہی ان لوگوں سے محفوظ رہیں جن میں کوئی بھلائی اور کوئی صلاح نہیں ہے جن کے دل طہارت سے

الثلثة

بے بہرہ ہیں۔ ان آیات سے صرف وہی لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ مختص کیا ہے‘ جن کا باطن پاک صاف اور جن کے قلوب نور ایمان سے منور ہیں۔

اس لئے فرمایا: ﴿هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ’’مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔‘‘ یعنی یہ آیات اہل ایمان کی صراط مستقیم کی طرف چلنے میں راہنمائی کرتی ہیں۔ ان کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتی ہیں کہ انہیں کس راستے پر چلنا چاہیے اور کس راستے کو ترک کرنا چاہیے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ثواب کی خوشخبری دیتی ہیں جو اس راستے پر گامزن ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ بسا اوقات کہا جاتا ہے کہ ایمان کے دعوے دار تو بہت زیادہ ہوتے ہیں تب کیا ہر اس شخص کی بات کو قبول کر لیا جائے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے‘ یا اس پر دلیل ضروری ہے؟ اور یہی بات صحیح ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ’’جو نماز قائم کرتے ہیں۔‘‘ یعنی جو فرض اور نفل نماز ادا کرتے ہیں‘ اس کے تمام ظاہری ارکان‘ شرائط‘ واجبات اور مستحبات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں نیز اس کے افعال باطنہ کا بھی خیال رکھتے ہیں اور افعال باطنہ سے مراد خشوع ہے جو کہ نماز کی روح اور اس کا لب لباب ہے جو اللہ کی قربت کے استحضار اور نمازی کا نماز کے اندر قراءت وتسبیحات اور رکوع وسجود اور دیگر افعال میں تدبر وتفکر سے حاصل ہوتا ہے۔ ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ’’اور (مستحق لوگوں کو) زکوۃ ادا کرتے ہیں۔‘‘ ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ ’’اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔‘‘ یعنی ان کے ایمان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ درجہ یقین تک پہنچا ہوا ہے۔ یقین سے مراد علم کامل ہے جو قلب کی گہرائیوں میں اتر کر عمل کی دعوت دیتا ہے۔ آخرت پر ان کا یقین تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے حصول کے لئے پوری کوشش کریں‘ عذاب کے اسباب اور عقاب کے موجبات سے بچیں اور یہ ہر بھلائی کی بنیاد ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ ’’جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔‘‘ بلکہ وہ آخرت کو اور ان لوگوں کو جھٹلاتے ہیں جو آخرت کا اثبات کرتے ہیں۔ ﴿زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ’’ہم نے ان کے عملوں کو ان کے لیے مزین کر دیا‘ پس وہ حیران وسرگرداں پھرتے ہیں۔‘‘ وہ حیران ومتردد ہیں‘ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو اس کی رضا پر ترجیح دیتے ہیں‘ ان کی نظر میں حقائق بدل گئے ہیں وہ باطل کو حق اور حق کو باطل سمجھنے لگے ہیں۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾ یعنی ان کے لئے نہایت سخت‘ بدترین اور سب سے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾ ’’اور آخرت میں بھی وہ بہت نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔‘‘ خسارہ انہی کے ساتھ مختص ہے کیونکہ وہ خود اور ان کے گھر والے قیامت کے روز خسارے میں ہوں گے اور وہ ایمان کے بارے میں بھی خسارے میں ہیں جس کی طرف انبیاء نے ان کو دعوت دی ہے۔ ﴿وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ﴾ ’’اور بلاشبہ آپ کو قرآن‘ حکیم وعلیم کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔‘‘ یعنی یہ قرآن جو آپ

پر نازل ہوتا ہے اور آپ اسے اخذ کرتے ہیں، ﴿حَكِيْمٍ﴾ دانا ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے جو تمام اشیاء کو ان کے مقام پر رکھتی اور ان کی جگہ پر نازل کرتی ہے ﴿عَلِيْمٍ﴾ باخبر ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے جو تمام امور کے اسرار اور ان کے باطن کا اسی طرح علم رکھتی ہے جس طرح وہ ان کے ظاہر کا علم رکھتی ہے۔ چونکہ یہ قرآن دانا و باخبر ہستی کی طرف سے ہے اس لئے معلوم ہوا کہ یہ تمام تر حکمت و دانائی اور بندوں کے مصالح پر مشتمل ہے اور کون ہے جو ان کے مصالح کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر جانتا ہو؟

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ

جب کہا موسیٰ نے اپنے اہل (بیوی) سے کہ میں نے دیکھی ہے آگ، عنقریب لاؤنگا میں تمہارے پاس اس سے کوئی خبر یا لاؤنگا میں تمہارے پاس شعلہ

قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝٧ فَلَمَّا جَاۗءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ

(لکڑی میں) سلگتا ہوا تاکہ تم تاپو ○ پس جب آئے موسیٰ اسکے پاس تو آواز دیئے گئے کہ مبارک ہے وہ جو اس آگ (نور) میں ہے

وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٨ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ

اور جو اس کے اردگرد ہے اور پاک ہے اللہ رب العالمین ○ اے موسیٰ! بلاشبہ میں ہی ہوں اللہ، نہایت غالب،

الْحَكِيْمُ ۝٩ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ

خوب حکمت والا ○ اور ڈال تو اپنا عصا، پس جب دیکھا موسیٰ نے اسے کہ وہ حرکت کر رہا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو لوٹا وہ پیٹھ پھیر کر اور نہ

يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝١٠ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ

مڑ کر دیکھا اس نے، (اللہ نے فرمایا) اے موسیٰ! مت ڈر بلاشبہ، نہیں ڈرتے میرے حضور میں رسول ○ مگر جس نے ظلم کیا

ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْۗءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١١ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ

پھر بدل کر اس نے نیکی کی بعد برائی کے، تو بلاشبہ میں بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنیوالا ہوں ○ اور داخل کر تو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں،

تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ

وہ نکلے گا سفید (چمکتا ہوا) بغیر کسی عیب کے (یہ ان) نو نشانیوں میں سے ہیں (جن کیساتھ بھیجا گیا ہے تمہیں) فرعون اور اسکی قوم کی طرف

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝١٢ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ

بے شک وہ ہیں لوگ نافرمان ○ پس جب آئے ان کے پاس ہمارے معجزات واضح روشن تو انہوں نے کہا، یہ جادو ہے

مُّبِيْنٌ ۝١٣ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ

صریح ○ اور انکار کیا انہوں نے ان کا، جبکہ یقین کر لیا تھا ان کا ان کے دلوں نے، ظلم اور تکبر سے پس دیکھئے کیسا

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝١٤ ع ١٤ ١٦

ہوا انجام فساد کرنے والوں کا؟ ○

یعنی موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے احوال میں سے آپ پر وحی کی ابتدا‘ اللہ تعالیٰ کے آپ کو چن لینے اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی حالت شریفہ و فاضلہ کو یاد کیجئے ...... یہ واقعہ یوں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین میں چند سال ٹھہرے اور پھر مدین سے اپنے گھر والوں کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے تو سفر کے دوران وہ راستہ بھول گئے‘ رات سخت تاریک اور ٹھنڈی تھی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: ﴿اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ یعنی میں نے (دور) آگ دیکھی ہے: ﴿سَاٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ﴾ میں وہاں سے تمہارے لئے راستے کے بارے میں کوئی خبر لاتا ہوں ﴿اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾ ”یا سلگتا ہوا انگارا تمہارے پاس لاتا ہوں‘ تاکہ تم آگ تاپ سکو۔“ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اور ان کے گھر والے بیاباں میں بھٹک گئے تھے اور سخت سرد رات تھی۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ”پس جب وہ اس کے پاس آئے تو ندا آئی کہ بابرکت ہے وہ جو آگ میں ہے اور وہ جو اس (آگ) کے ارد گرد ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا اور آگاہ فرمایا کہ یہ نہایت مقدس اور مبارک جگہ ہے۔ یہ اس مقام کی برکت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشنے‘ آپ کو آواز دینے اور آپ کو رسالت سے سرفراز کرنے کے لئے منتخب فرمایا: ﴿وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ یعنی اللہ رب کائنات اس چیز سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے بارے میں کسی نقص اور برائی کا گمان کیا جائے۔ ﴿یٰمُوْسٰٓی اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ ”اے موسیٰ! میں ہی اللہ غالب و دانا ہوں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/ ۱۴) ”میں اللہ ہوں‘ جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ پس میری عبادت کر اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کر۔“ ﴿اَلْعَزِیْزُ﴾ جو تمام اشیاء پر غالب ہے اور جس کے سامنے تمام مخلوقات مطیع اور سرافگندہ ہیں۔ ﴿اَلْحَکِیْمُ﴾ وہ اپنے امر و خلق میں حکمت والا ہے۔ یہ اس کی حکمت ہی ہے کہ اس نے اپنے بندے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کو رسول بنا کر بھیجا جن کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ رسالت‘ وحی اور شرف کلام بخشے جانے کے اہل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہی ہے کہ آپ اس پر بھروسہ کرتے ہیں آپ اپنے تنہا ہونے‘ دشمنوں کی کثرت اور ان کے ظلم و جبر کے باوجود وحشت نہیں کھاتے۔ کیونکہ ان کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور ان کی حرکات و سکون اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔

﴿وَاَلْقِ عَصَاکَ﴾ ”اور اپنی لاٹھی ڈال دو۔“ پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈال دی ﴿فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ کَاَنَّهَا جَآنٌّ﴾ ”پس جب اسے حرکت کرتا ہوا دیکھا اس طرح کہ گویا وہ ایک سانپ ہے۔“ وہ ایک سریع الحرکت نر سانپ تھا۔ ﴿وَلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ﴾ ”تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔“ آپ طبیعت بشری

کے تقاضے کے مطابق اس سانپ سے خوف کھا کر بھاگ گئے جو آپ نے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ﴾ ''اے موسیٰ! ڈریئے مت۔'' ایک مقام پر فرمایا: ﴿ اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴾ (القصص: ۳۱/۲۸) ''اے موسیٰ!'' آگے آ' ڈر مت' یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے۔'' ﴿ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ ''پیغمبر میرے پاس ڈرا نہیں کرتے۔'' پیغمبروں کو کوئی امر خوف زدہ نہیں کرتا اس لیے کہ تمام مقامات خوف اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر' اس کے تصرف اور امر کے مطابق درج ہیں۔ وہ نفوس قدسیہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے مختص اور اپنی وحی کے لئے چن لیا ہے ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غیر اللہ سے ڈریں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی قرب اور اس سے ہم کلامی کے موقع پر۔ ﴿ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًاۢ بَعْدَ سُوْٓءٍ ﴾ ''ہاں جس نے ظلم کیا پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا۔'' یعنی یہ ہے وہ مقام جہاں اپنے ظلم اور جرم کے سبب سے وحشت اور خوف آنا چاہیے۔ رہے انبیاء و مرسلین علیہم السلام تو وحشت اور خوف کا ان کے ساتھ کیا تعلق؟ اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ظلم کا ارتکاب کیا پھر اس نے توبہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اپنی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ اور اپنی نافرمانیوں کو اطاعت کے ساتھ بدل ڈالا تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے کسی کو اس کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنی ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے۔

﴿ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ کسی بیماری کے بغیر سفید نکلے گا۔'' یعنی برص اور نقص نہیں تھا بلکہ سفید' اس کی شعاعیں دیکھنے والوں کو مبہوت کئے دے رہی تھیں: ﴿ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ﴾ ''نو معجزے لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ۔'' یعنی یہ دو معجزات' عصا کا دوڑتا ہوا سانپ بن جانا' ہاتھ کا گریبان سے نکالنا' اس کا سفید نکلنا' جملہ نو معجزات میں شامل ہیں۔ آپ ان معجزات کے ساتھ جائیں فرعون اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ ''بے شک وہ فاسق لوگ ہیں۔'' انہوں نے اپنے شرک' سرکشی' اللہ کے بندوں پر تغلب اور زمین میں ناحق تکبر کے ذریعے سے فسق کا ارتکاب کیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اشراف کے پاس گئے' انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کو معجزات دکھائے۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً ﴾ ''پس جب ان کے پاس روشن نشانیاں آئیں'' جو حق پر دلالت کرتی تھیں اور ان کے ذریعے سے (حق) ایسے دیکھا جا سکتا ہے جیسے آنکھیں سورج کے ذریعے سے دیکھتی ہیں۔ ﴿ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے۔'' انہوں نے اتنا کہنے پر اکتفا نہیں کیا کہ ''یہ جادو ہے'' بلکہ انہوں نے ساتھ یہ بھی کہا: ﴿ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یہ کھلا جادو ہے'' جو ہر ایک پر ظاہر ہے' حالانکہ یہ سب سے زیادہ تعجب خیز معجزات' واضح دلائل اور ہر طرف پھیل

جانے والی روشنیاں تھیں جو فرضی قصے کہانیوں سے بہت زیادہ واضح اور جادوں کے کرتبوں سے بہت زیادہ ظاہر کر کے دکھائی گئی تھیں۔ یہ سب سے بڑا انکار حق اور انتہائی مغالطہ آمیز طرز استدلال ہے۔

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا﴾ ''اور انہوں نے اس کا انکار کیا۔'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہوئے ان سے کفر کیا۔ ﴿وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ﴾ ''حالانکہ ان کے دل اس کو مان چکے تھے۔'' یعنی ان کا انکار کسی شک وریب پر مبنی نہیں تھا۔ انہوں نے آیات الٰہی کی صحت کے علم اور یقین کے باوجود ان کا انکار کیا۔ ﴿ظُلْمًا﴾ یعنی انہوں نے اپنے رب کے حق اور خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہوئے ﴿عُلُوًّا﴾ حق اور بندوں پر غلبہ اور انبیاء و مرسلین کی اطاعت کے مقابلے میں تکبر کا اظہار کرتے ہوئے' اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''پس دیکھیے مفسدوں کا کیسا (بدترین) انجام ہوا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا' ان کو سمندر میں غرق کیا' انہیں رسوا کیا اور ان کی رہائش گاہوں اور مساکن کا اپنے کمزور بندوں کو وارث بنایا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى
اور البتہ تحقیق دیا تھا ہم نے داؤد اور سلیمان کو (ایک خاص) علم اور (ان) دونوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے فضیلت دی ہمیں اوپر
كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا
بہتوں کے اپنے مومن بندوں میں سے ○ اور وارث بنا سلیمان داؤد کا اور اس نے کہا، اے
النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
لوگو! سکھلائے گئے ہیں ہم بولی پرندوں کی اور دیئے گئے ہیں ہم ہر چیز، بلاشبہ یہ البتہ (اللہ کا)
الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ
فضل ہے ظاہر ○ اور اکٹھے کیے گئے سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے
فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ
پس وہ (صف بندی کیلئے) الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے ○ حتی کہ جب وہ آئے وادی پر چیونٹیوں کی تو کہا ایک چیونٹی نے، اے چیونٹیو!
ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾
داخل ہو جاؤ تم اپنے بلوں میں، نہ کچل ڈالیں تمہیں سلیمان اور اس کے لشکر درآنحالیکہ وہ نہ شعور رکھتے ہوں ○
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ
پس وہ مسکرایا ہنستے ہوئے اس (چیونٹی) کی بات سے، اور کہا اے میرے رب! توفیق دے تو مجھ کو یہ کہ شکر کروں میں تیری نعمت کا وہ جو
اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ
تو نے انعام کیا مجھ پر اور میرے والدین پر، اور یہ کہ میں عمل کروں نیک کہ تو پسند کرے اس کو، اور داخل کر تو مجھے ساتھ اپنی رحمت کے

فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ⑲ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ
اپنے نیک بندوں میں ○ اور تفتیش کی اس نے پرندوں کی تو کہا، کیا ہے مجھے کہ نہیں دیکھتا میں ہد ہد کو؟ یا

كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ⑳ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ
ہے وہ غائب ہونے والوں میں سے؟ ○ البتہ ضرور سزا دونگا میں اسے سزا سخت، یا ضرور ذبح کردونگا میں اسے، یا وہ لائے میرے پاس

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㉑ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ
واضح دلیل ○ پس ٹھہرا وہ تھوڑی ہی دیر (کہ وہ آ گیا) اور اس نے کہا، میں نے معلوم کی ہے وہ بات کہ نہیں معلوم کیا آپ نے اسے اور لایا ہوں آپکے پاس

مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ㉒ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
سبا سے ایک خبر یقینی ○ بلاشبہ میں نے پایا ایک عورت کو جو حکومت کرتی ہے ان پر اور دی گئی ہے وہ (ضرورت کی) ہر چیز،

وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ㉓ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ
اور اسکا تخت ہے عظیم الشان ○ پایا میں نے اسے اور اسکی قوم کو کہ وہ سجدہ کرتے ہیں سورج کو سوائے اللہ کے، اور مزین کر دیے ہیں

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ㉔ اَلَّا
ان کے لیے شیطان نے ان کے عمل، پس روک دیا ہے اس نے ان کو راہ (حق) سے پس وہ نہیں ہدایت پاتے ○ یہ کہ

يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا
سجدہ کریں وہ اللہ کو وہ جو نکالتا ہے (ان) چھپی چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو

تُعْلِنُوْنَ ㉕ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ السجدة ㉖ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ السجدة ٨
تم ظاہر کرتے ہو ○ اللہ، نہیں کوئی معبود مگر وہی جو رب ہے عرش عظیم کا ○ سلیمان نے کہا، یقیناً ہم دیکھیں گے آیا سچ کہا تو نے یا

كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ㉗ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ
ہے تو جھوٹوں میں سے؟ ○ لے جا تو میرا خط یہ، پس ڈال تو اس کو ان کی طرف، پھر تو ہٹ جانا ان سے،

فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ㉘ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ㉙ اِنَّهٗ
پس دیکھ تو کیا جواب دیتے ہیں وہ؟ ○ بلقیس نے کہا اے درباریو! بلاشبہ، ڈالا گیا ہے میری طرف خط عزت والا ○ یقیناً ہے وہ

مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ㉚ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ
سلیمان کی طرف سے اور وہ ہے ”اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، رحم کرنیوالا ہے ○ یہ کہ نہ سرکشی کرو تم میرے خلاف، اور آ جاؤ میرے پاس

مُسْلِمِيْنَ ㉛ ع قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى ع ١٧ ٢
فرماں بردار بن کر“ ○ بلقیس نے کہا اے درباریو تم مشورہ دو مجھے میرے (اس) معاملے میں، نہیں ہوں میں فیصلہ کرتی کسی کام کا حتی کہ

تَشْهَدُوْنِ ㉜ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۥ وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ
تم میرے پاس حاضر ہو ○ انہوں نے کہا، ہم قوت والے ہیں اور جنگ جو ہیں سخت اور (لیکن) تمام اختیار تیرے پاس ہے،

فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ (۳۳) قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

پس دیکھ لے تو کیا حکم دیتی ہے (ہمیں) ○ اس نے کہا، بلاشبہ بادشاہ، جب داخل ہوتے ہیں وہ کسی بستی میں تو خراب کر دیتے ہیں اس کو

وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (۳۴) وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ

اور کر دیتے ہیں وہ اس کے معزز لوگوں کو ذلیل اور اسی طرح یہ (بھی) کریں گے ○ اور بے شک میں بھیجتی ہوں ان کی طرف

بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ ۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ (۳۵) فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ

کچھ ہدیہ پھر دیکھتی ہوں کس چیز (جواب) کیساتھ لوٹتے ہیں قاصد؟ ○ پس جب آیا قاصد سلیمان کے پاس تو سلیمان نے کہا، کیا بڑھاتے ہو تم مجھے

بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (۳۶)

ساتھ مال کے پس جو کچھ دیا ہے مجھے اللہ نے، بہت بہتر ہے اس سے جو اس نے تمھیں دیا ہے، بلکہ تم خود ہی اپنے ہدیے سے خوش ہوتے ہو گے ○

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ

لوٹ جا تو انکی طرف پس ہم ضرور لائینگے انکے پاس ایسے لشکر کہ نہیں طاقت ہوگی انکو ان سے (لڑنے کی) اور ضرور نکال دینگے ہم انہیں اس جگہ سے

اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (۳۷) قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ

ذلیل کر کے اس حال میں کہ وہ خوار ہونگے ○ سلیمان نے کہا، اے اہل دربار! کون تم میں سے لائیگا میرے پاس تخت اس (بلقیس) کا پہلے اس سے

اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ (۳۸) قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ

کہ وہ آئیں میرے پاس مسلمان ہو کر؟ ○ کہا ایک دیو نے جنوں میں سے، میں لے آؤنگا وہ آپ کے پاس پہلے اس سے کہ

تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ (۳۹) قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ

آپ اٹھیں اپنی (اس) جگہ سے اور بلاشبہ میں البتہ نہایت طاقت ور، امین ہوں ○ کہا اس شخص نے جس کے پاس تھا علم

مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا

کتاب کا، میں لے آتا ہوں آپکے پاس وہ (تخت) پہلے اس سے کہ جھپکے آپکی طرف آپکی آنکھ پس جب سلیمان نے دیکھا اسے رکھا ہوا

عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ

اپنے سامنے تو کہا، یہ ہے فضل سے میرے رب کے تاکہ وہ آزمائے مجھے آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں؟ اور جو کوئی شکر کرتا ہے

فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ (۴۰) قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا

تو یقیناً شکر کرتا ہے وہ اپنی ذات ہی کیلئے، جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو بلاشبہ میرا رب بڑا بے پرواہ، نہایت کرم والا ○ سلیمان نے کہا، بدل دو تم اس کیلئے

عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ (۴۱) فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ

اسکا تخت ہم دیکھیں گے آیا راہ پاتی ہے وہ یا ہے وہ ان لوگوں میں سے جو نہیں راہ پاتے ○ پس جب آئی وہ (ملکہ) تو کہا (پوچھا) گیا (اس سے)

اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ (۴۲)

کیا اسی طرح ہے تیرا تخت؟ اس نے کہا، گویا کہ یہ وہی ہے اور دیئے گئے تھے ہم علم اس سے پہلے ہی، اور تھے ہم مسلمان ○

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝۴۳

اور روکا ہوا تھا اسے (اللہ کی عبادت سے) اس چیز نے جس کی تھی وہ عبادت کرتی سوائے اللہ کے، اسلئے کہ تھی وہ کافروں کی قوم میں سے ○

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ

کہا گیا اسے، داخل ہوتو (اس) محل میں، پس جب دیکھا اس نے اسے تو گمان کیا اسے گہرا پانی، اور کھول دیں اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں؛

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

سلیمان نے کہا، بلاشبہ یہ تو محل ہے جڑا ہوا شیشوں سے، اس نے کہا، اے میرے رب! بیشک (اب تک) میں نے ظلم کیا اپنی جان پر،

وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۴ ع ۱۸ ع ۳

اور (اب) میں مطیع ہو گئی ساتھ سلیمان کے واسطے اللہ رب العالمین کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان آیات کریمہ میں حضرت داؤد اور ان کے فرزند سلیمان علیہ السلام پر اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے انہیں وسیع علم عطا کیا اور اس معنی کی دلیل یہ ہے کہ ''علم'' کو نکرہ کے صیغے میں بیان کیا جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ○ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۷۸-۷۹) ''اور یاد کیجئے داؤد اور سلیمان کو جبکہ وہ دونوں ایک کھیت کے جھگڑے میں فیصلہ کر رہے تھے اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت چر گئی تھیں ہم ان کے فیصلے کو خود دیکھ رہے تھے۔ پس صحیح فیصلہ ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا حالانکہ حکم اور علم سے ہم نے دونوں ہی کو سرفراز کیا تھا۔''

﴿ وَقَالَا ﴾ ان دونوں نے اس احسان پر کہ اللہ نے ان کو تعلیم دی' اپنے رب کا شکر بجالاتے ہوئے کہا: ﴿ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔'' پس ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی کہ اس نے انہیں ایمان سے بہرہ مند کیا اور انہیں سعادت مند لوگوں میں شامل کیا اور وہ ان کے خواص میں شمار ہوتے ہیں...... اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل ایمان کے چار درجے ہیں۔ صالحین' ان سے اوپر شہداء' ان سے اوپر صدیقین اور سب سے اوپر انبیاء۔ داؤد اور سلیمان علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے خاص رسولوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا درجہ پانچ اولوالعزم رسولوں کے درجے سے کم تر ہے۔ تاہم وہ جملہ اصحاب فضیلت انبیاء ورسل میں شمار ہوتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہایت تعظیم کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان کی بہت زیادہ مدح وتوصیف بیان کی ہے۔ پس انہوں نے اس منزلت کے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ یہ بندے کی سعادت کا عنوان ہے کہ وہ تمام دینی اور دنیاوی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور یہ ایمان رکھے کہ تمام نعمتیں صرف اس کے رب کی طرف سے عطا ہوتی

ہیں۔ وہ ان نعمتوں پر فخر کرے نہ ان پر تکبر کرے بلکہ وہ یہ سمجھے کہ یہ نعمتیں اس پر یہ لازم کرتی ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ادا کیا جائے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی مشترک مدح کی پھر سلیمان علیہ السلام کا خصوصی ذکر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عظیم سلطنت عطا کی اور انہوں نے وہ کارنامے سرانجام دیئے جو ان کے باپ داود علیہ السلام سرانجام نہ دے سکے۔ ﴿ وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ﴾ ”اور سلیمان‘ داود کے وارث بنے۔“ یعنی وہ حضرت داود علیہ السلام کے علم اور ان کی نبوت کے وارث بنے انہوں نے اپنے علم کے ساتھ اپنے والد کے علم کو اکٹھا کر لیا شاید انہوں نے اپنے باپ کے علم کو اپنے باپ سے سیکھا اس کے ساتھ ساتھ ان کے باپ کی موجودگی میں بھی ان کے پاس علم تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۷۹) ”پس صحیح فیصلہ ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا۔“ اللہ تعالیٰ کے احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اور تحدیث نعمت کے طور پر سلیمان علیہ السلام نے کہا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ ﴾ ”لوگو! ہمیں جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے۔“ سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی اور ان کی بات کو سمجھتے تھے جیسا کہ آنجناب نے ہدہد سے بات چیت کی اور ہدہد نے ان کی باتوں کا جواب دیا اور جیسا کہ آنجناب نے چیونٹی کی بات کو سمجھ لیا تھا جو اس نے چیونٹیوں سے کی تھی...... اس کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا۔ یہ فضیلت سلیمان علیہ السلام کے سوا کسی اور کو عطا نہیں ہوئی۔ ﴿ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ”اور ہمیں ہر چیز عطا کی گئی ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نعمتیں‘ اقتدار کے اسباب‘ سلطنت اور غلبہ عطا کیا جو انسانوں میں سے کسی کو عطا نہیں ہوئے اس لئے انہوں نے اپنے رب سے دعا کی: ﴿ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ﴾ (صٓ: ۳۸/۳۵) ”اور مجھے وہ اقتدار عطا کر جو میرے بعد کسی کے سزاوار نہ ہو۔“ پس اللہ تعالیٰ نے جنوں کو ان کے سامنے مسخر کر دیا جو ان کے لئے ہر وہ کام کرتے تھے جو وہ چاہتے تھے‘ جو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے تھے‘ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا وہ صبح کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ ”بے شک یہ۔“ یعنی یہ سب کچھ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا‘ ہمیں فضیلت عطا کی اور جس کے ساتھ ہمیں مختص کیا۔ ﴿ لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴾ ”البتہ وہ صریح فضل ہے۔“ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا واضح فضل ہے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا پوری طرح اعتراف کیا۔

﴿ وَ حُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴾ ”اور سلیمان (علیہ السلام) کے لیے جنوں‘ انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور وہ قسم وار کیے جاتے تھے۔“ یعنی ان کے سامنے ان کے بے شمار مختلف انواع کے خوف ناک لشکر جمع ہوئے یہ لشکر انسانوں‘ جنوں‘ شیاطین اور پرندوں میں سے تھے۔ ان کو نظم و ضبط میں رکھا جاتا اور ان کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ان کے اول کو آخر کی طرف لوٹایا جاتا تھا وہ اپنے کوچ کرنے اور پڑاؤ

ڈالنے میں نہایت نظم وضبط سے کام لیتے تھے اور ہر ایک اس کے لئے پوری طرح مستعد اور تیار ہوتا تھا۔ یہ تمام لشکر سلیمان علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے تھے ان میں سے کوئی بھی، حکم عدولی کرنے اور سرکشی دکھانے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ ﴾ (ص: ۳۸/۳۹) ”یہ ہماری نوازش ہے، آپ جسے چاہیں نوازیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔“ یعنی جس کو چاہیں بغیر حساب عطا کریں۔ پس سلیمان علیہ السلام یہ عظیم لشکر لے کر اپنی کسی مہم پر روانہ ہوئے ﴿ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ ﴾ ”حتی کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا۔“ یعنی چیونٹی نے اپنے گروہ اور اپنے ابنائے جنس کو متنبہ کرتے ہوئے کہا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ”اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان (علیہ السلام) اور اس کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔“ اس چیونٹی نے خیر خواہی کی اور یہ بات چیونٹیوں کو سنائی۔ یہ بات یا تو اس نے خود سنائی اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر چیونٹیوں کو سماعت عطا کر دی ہو کیونکہ چیونٹیوں کو ایک چیونٹی کی آواز کے ذریعے سے آگاہ کرنا، جبکہ چیونٹیوں نے وادی کو بھر رکھا تھا، بہت ہی تعجب انگیز بات ہے...... یا اس چیونٹی نے ساتھ والی چیونٹی سے کہا ہوگا اور یہ خبر ایک چیونٹی سے دوسری چیونٹی تک حتیٰ کہ تمام چیونٹیوں میں سرایت کر گئی ہوگی اور اس چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو بچنے کے لئے کہا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ تمام چیونٹیاں اپنے اپنے بلوں میں گھس جائیں۔ یہ چیونٹی سلیمان علیہ السلام، ان کے احوال اور ان کی سلطنت کی عظمت کو اچھی طرح جانتی تھی اس لئے اس نے ان کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے کہا، اگر انہوں نے چیونٹیوں کو کچل ڈالا تو یہ فعل قصداً اور شعوری طور پر نہیں ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سن لی اور آپ اس کو سمجھ بھی گئے۔ ﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ﴾ ”پس وہ (سلیمان علیہ السلام) چیونٹی کی بات سن کر ہنس پڑے۔“ چیونٹی کی اپنی ہم جنسوں کے بارے میں اور خود اپنے بارے میں خیر خواہی اور حسن تعبیر پر خوش ہو کر مسکرا پڑے یہ انبیائے کرام کا حال ہے جو ادب کامل اور اپنے مقام پر اظہار تعجب کو شامل ہے نیز یہ کہ ان کا ہنسنا تبسم کی حد تک ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ تر ہنسنا مسکراہٹ کی حد تک ہوتا تھا۔ کیونکہ قہقہہ لگا کر ہنسنا خفت عقل اور سوءادب پر دلالت کرتا ہے۔ خوش ہونے والی بات پر خوش نہ ہونا اور عدم تبسم بد خلقی اور طبیعت کی سختی پر دلالت کرتا ہے اور انبیاء و رسل اس سے پاک ہوتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا، جس نے اسے یہ مقام عطا کیا، شکر ادا کرتے ہوئے کہا: ﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ ﴾ یعنی اے رب! مجھے الہام کر اور مجھے توفیق دے ﴿ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ ﴾ ”کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، ان کا شکر کروں۔“ کیونکہ والدین کو نعمت

عطا ہونا اولاد کو نعمت عطا ہونا ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے اس دینی اور دنیاوی نعمت پر، جو اس نے انہیں اور ان کے والدین کو عطا کی، شکر ادا کرنے کی توفیق کا سوال کیا: ﴿ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ ﴾ ”اور یہ کہ ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے۔“ یعنی مجھے توفیق عطا کر کہ میں ایسے نیک کام کروں جو تیرے حکم کے موافق، خالص تیرے لئے، مفسدات اور نقائص سے پاک ہوں، تاکہ تو ان سے راضی ہو۔ ﴿ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ ﴾ ”اور مجھے اپنی رحمت سے داخل فرما۔“ یعنی جنت بھی جس رحمت کا حصہ ہے۔ ﴿ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴾ ”اپنے جملہ نیک بندوں میں“ کیونکہ رحمت، صالحین کے لئے، ان کے درجات اور منازل کے مطابق رکھی گئی ہے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی اس حالت کے نمونے کا ذکر ہے جو چیونٹی کی بات سن کر ہوئی تھی۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پرندوں کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کے مخاطب ہونے کا ایک اور نمونہ ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ ﴾ ”اور انہوں نے پرندوں کا جائزہ لیا۔“ یہ چیز آپ کے کامل عزم وحزم، آپ کی افواج کی بہترین تنظیم اور چھوٹے بڑے معاملات میں آپ کی بہترین تدبیر پر دلالت کرتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پرندوں کو بھی مہمل نہیں چھوڑا بلکہ آپ نے ان کا بغور معائنہ کیا کہ تمام پرندے حاضر ہیں یا ان میں سے کوئی مفقود ہے؟ یہ ہے آیت کریمہ کا معنی۔ ان مفسرین کا یہ قول صحیح نہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا معائنہ اس لئے کیا تھا تاکہ وہ ہد ہد کو تلاش کریں کہ وہ کہاں ہے؟ جو ان کی رہنمائی کرے کہ آیا پانی قریب ہے یا دور ہے۔ جیسا کہ ہد ہد کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ زمین کی کثیف تہوں کے نیچے پانی دیکھ سکتا ہے۔ ان کے اس قول پر کوئی دلیل نہیں بلکہ عقلی اور لفظی دلیل اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ عادت، تجربات اور مشاہدات کے ذریعے سے یہ بات معلوم ہے کہ تمام حیوانات میں کوئی حیوان ایسا نہیں جو خرق عادت کے طور پر زمین کی کثیف تہوں کے نیچے پانی دیکھ سکتا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ضرور کرتا کیونکہ یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔ رہی لفظی دلیل، تو اگر یہی معنی مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: ”سلیمان نے ہد ہد کو طلب کیا تاکہ وہ ان کے لئے پانی تلاش کرے جب انہوں نے ہد ہد کو موجود نہ پایا تو انہوں نے کہا جو کہا......“ یا عبارت اس طرح ہوتی ”سلیمان نے ہد ہد کے بارے میں تفتیش کی“ یا ”ہد ہد کے بارے میں تحقیق کی“ اور اس قسم کی دیگر عبارات۔ انہوں نے تو پرندوں کا صرف اس لئے جائزہ لیا تھا تاکہ وہ معلوم کریں کہ ان میں سے کون حاضر اور کون غیر حاضر ہے اور ان میں سے کون اپنے اپنے مقام پر موجود ہے جہاں اس کو متعین کیا گیا تھا۔ نیز حضرت سلیمان علیہ السلام پانی کے محتاج نہ تھے کہ انہیں ہد ہد کے علم ہندسہ کی ضرورت پڑتی۔ اس لیے کہ آپ کے پاس جن اور بڑے بڑے عفریت تھے جو پانی کو خواہ کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہوتا زمین کھود کر نکال لاتے...... اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا تھا وہ صبح

کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی ان تمام نعمتوں کے ہوتے ہوئے وہ ہدہد کے کیسے محتاج ہو سکتے تھے؟

یہ موجودہ تفاسیر جو شہرت پا چکی ہیں ان کے سوا کوئی تفسیر معروف ہے نہ پائی جاتی ہے سب مجرد اسرائیلی روایات ہیں اور ان کے ناقلین صحیح معانی سے ان کے تناقض اور صحیح اقوال کے ساتھ ان کی تطبیق سے بے خبر ہیں۔ پھر یہ تفاسیر نقل ہوتی چلی آئیں، متاخرین متقدمین کے اعتماد پر ان کو نقل کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے حق ہونے کا یقین آنے لگا۔ پس تفسیر میں ردی اقوال اسی طرح جگہ پاتے ہیں۔

ایک عقل مند اور ذہین شخص خوب جانتا ہے کہ یہ قرآن کریم عربی مبین میں نازل ہوا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے عالم و جاہل تمام مخلوق کو خطاب کیا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور ان کو معروف عربی الفاظ کے ساتھ جن کے معانی معروف ہیں تطبیق دینے کی کوشش کریں۔ جن سے اہل عرب ناواقف نہیں۔ اگر کچھ تفسیری اقوال رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور سے منقول ہیں تو ان کو اس اصل پر پرکھنا چاہیے۔ اگر وہ اس اصل کے مطابق ہیں تو ان کو قبول کر لیا جائے کیونکہ الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر یہ اقوال لفظ اور معنی کی مخالفت کرتے ہیں یا وہ لفظ یا معنی میں سے ایک کی مخالفت کرتے ہیں تو ان کو رد کر دے اور ان کے بطلان کا یقین کرے کیونکہ اس کے پاس ایک مسلمہ اصول ہے اور یہ تفسیری اقوال اس اصول کی مخالفت کرتے ہیں اور یہ اصول ہمیں کلام کے معنی اور اس کی دلالت کے ذریعے سے معلوم ہے۔ اور محل استشہاد یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پرندوں کا معائنہ کرنا اور ہدہد کو مفقود پانا ان کے کمال حزم و احتیاط، تدبیر سلطنت میں ذاتی عمل دخل اور ان کی ذہانت و فطانت پر دلالت کرتا ہے، یہاں تک کہ ہدہد جیسے چھوٹے سے پرندے کو مفقود پایا تو فرمایا: ﴿مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ﴾ ”کیا وجہ ہے کہ ہدہد نظر نہیں آتا، کیا کہیں غائب ہو گیا ہے؟“ کیا ہدہد کا نظر نہ آنا میری قلت فطانت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ مخلوق کے بے شمار گروہوں میں چھپا ہوا ہے؟ یا میری بات برمحل ہے کہ وہ میری اجازت اور حکم کے بغیر غیر حاضر ہے؟

تب سلیمان علیہ السلام ہدہد پر سخت ناراض ہوئے اور اسے دھمکی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ”میں اسے سخت سزا دوں گا۔“ یعنی قتل کے سوا اسے ہر قسم کا سخت عذاب دوں گا۔ ﴿اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ”یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے سامنے دلیل صریح پیش کرے۔“ یعنی وہ اپنے پیچھے رہ جانے کے جواز پر واضح دلیل پیش کرے۔ یہ آپ کے کمال عدل و انصاف اور تقویٰ کی دلیل ہے کہ آپ نے ہدہد کو یوں ہی سخت عذاب دینے یا قتل کرنے کی قسم نہیں کھائی کیوں کہ یہ سزا صرف بہت بڑے جرم کی پاداش ہی میں دی جا سکتی ہے اور ہدہد کی غیر حاضری میں کسی واضح عذر کا احتمال بھی ہو سکتا ہے اس لئے آپ نے اپنے ورع اور فطانت کی بنا

پر اس کو مستثنیٰ کیا۔

﴿ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴾ ''ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی'' کہ ہد ہد پیش ہوا اور یہ چیز لشکر میں سلیمان علیہ السلام کی ہیبت اور اپنے معاملات پر ان کی گہری نظر پر دلالت کرتی ہے حتیٰ کہ ہد ہد بھی جسے ایک واضح عذر نے پیچھے چھوڑ دیا تھا' طویل عرصہ تک غیر حاضر نہ رہ سکا۔ ﴿ فَقَالَ ﴾ ہد ہد نے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ﴿ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ ﴾ ''میں کچھ علم رکھتا ہوں جس کا آپ (اپنے وسیع علم اور اس میں بلند درجے پر فائز ہونے کے باوجود) احاطہ نہیں کر سکے۔'' ﴿ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ ﴾ ''اور میں آپ کے پاس سبا سے لایا ہوں۔'' یعنی یمن کے مشہور قبیلہ سے ﴿ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴾ ''ایک یقینی خبر۔'' یعنی میں ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ پھر اس نے اس خبر کو واضح کرتے ہوئے عرض کیا: ﴿ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ ﴾ ''میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے۔'' یعنی وہ عورت ہوتے ہوئے قبیلہء سبا کی بادشاہ تھی۔ ﴿ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''اور اسے ہر قسم کا ساز و سامان عطا کیا گیا ہے'' جو بادشاہوں کو عطا ہوتا ہے' مثلاً مال و دولت' اسلحہ' فوج' مضبوط دفاعی حصار اور قلعے وغیرہ۔ ﴿ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''اور اس کے پاس بہت بڑا تخت (بادشاہی) ہے'' جس پر وہ جلوہ افروز ہوتی ہے۔ وہ بہت ہی حیران کن تخت ہے۔ تخت شاہی کا بڑا ہونا عظمت مملکت' قوت سلطنت اور شوریٰ کے افراد کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔

﴿ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔'' یعنی وہ لوگ مشرک ہیں اور سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ ﴿ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ﴾ ''اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے مزین کر دیا ہے'' انہیں اپنے اعمال حق نظر آتے ہیں ﴿ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ ''اور ان کو راستے سے روک رکھا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔'' کیونکہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کا موقف حق ہے اس کی ہدایت کی توقع نہیں کی جا سکتی جب تک کہ اس کا یہ عقیدہ بدل نہ جائے۔ ﴿ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''وہ اس اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔'' یعنی جو آسمان کے کناروں اور زمین کے دور دراز گوشوں میں چھپی ہوئی چھوٹی چھوٹی مخلوقات' نباتات کے بیج اور سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا ہے۔ وہ زمین اور آسمان میں چھپی ہوئی چیزوں کو بارش برسا کر اور نباتات اگا کر ظاہر کرتا ہے۔ وہ زمین میں پوشیدہ اشیاء کو اس وقت بھی ظاہر کرے گا جب صور پھونکا جائے گا اور مردوں کو زمین سے اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا تاکہ ان کو ان کے اعمال کی جزا یا سزا دے ﴿ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴾ ''اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر کرتے ہو۔''

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' یعنی عبادت' انابت' تذلل اور محبت صرف اسی کے لائق ہے۔ وہی عبادت کا مستحق ہے کیونکہ وہ صفات کاملہ کا مالک اور تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں جو اس کی عبادت کی موجب ہیں۔ ﴿ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴾ ''وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔'' جو تمام مخلوقات کے لئے چھت ہے اور زمین اور آسمانوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس یہ بادشاہ عظیم سلطنت اور بہت بڑی شان کا مالک ہے' وہی ہے جس کے سامنے تذلل اور خضوع کا اظہار کیا جائے اور وہی ہے جس کے سامنے رکوع و سجود کیا جائے۔

جب ہدہد نے سلیمان علیہ السلام کو یہ عظیم خبر سنائی تو وہ سزا سے بچ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام حیران ہوئے کہ یہ بات ان سے کیسے چھپی رہ گئی۔ آپ نے ہدہد کی عقل اور دانائی کا اثبات کرتے ہوئے کہا: ﴿ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ○ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا ﴾ ''اچھا ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے' یہ میرا خط لے جا'' اس خط کے مندرجات کا عنقریب ذکر آئے گا۔ ﴿ فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ ﴾ ''اور اسے ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے پھر آ۔'' یعنی ذرا دور ہٹ جا ﴿ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ﴾ ''اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔'' یعنی تجھے کیا جواب دیتے ہیں اور آپس میں کیا گفتگو کرتے ہیں۔

ہدہد یہ خط لے گیا اور ملکہ کے سامنے پھینک دیا' اس نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴾ ''میری طرف ایک نامۂ گرامی ڈالا گیا ہے۔'' یعنی روئے زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کی طرف سے ایک جلیل القدر خط بھیجا گیا ہے۔ پھر اس نے خط کا مضمون بیان کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴾ ''وہ سلیمان کی طرف سے ہے' اور مضمون یہ ہے شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔'' یعنی مجھ سے بڑے بننے کی کوشش نہ کرو بلکہ مطیع ہو کر میری حکمرانی کو قبول کر لو میرے احکام کو تسلیم کر کے فرمانبرداری کے ساتھ میرے پاس آؤ۔ یہ خط مکمل طور پر واضح ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مختصر تھا کیونکہ یہ خط ان کو اپنی سرکشی' اپنے اس حال پر باقی رہنے سے روکنے' سلیمان علیہ السلام کے حکم کی اطاعت' ان کی حکمرانی قبول کرنے' مطیع ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کو اسلام کی دعوت دینے کو متضمن تھا۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خط کی ابتدا میں پوری بسم اللہ لکھنا اور خط کے عنوان وغیرہ میں اپنے نام سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔

یہ اس ملکہ کے حزم و احتیاط اور اس کی عقل مندی تھی کہ اس نے سلطنت کے بڑے بڑے لوگوں کو جمع کیا اور کہنے لگی: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ ﴾ ''اے اہل دربار! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو۔'' یعنی مجھے بتاؤ کہ ہم سلیمان (علیہ السلام) کو کیا جواب دیں کیا ہم اس کی اطاعت قبول کر لیں یا اس کے علاوہ کچھ اور کریں؟ ﴿ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ ﴾ یعنی میں تمہاری رائے اور مشورہ کے بغیر اپنی صوابدید کے مطابق احکام

جاری نہیں کرتی۔ ﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾ ’’انہوں نے کہا، ہم بڑے زور آور اور سخت جنگ جو ہیں۔‘‘ یعنی اگر آپ سلیمان (علیہ السلام) کی بات کو ٹھکرا دیں اور اس کی اطاعت قبول نہ کریں تو ہم جنگ کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ ان کی اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس رائے کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ اگر اس پر عمل درآمد ہو جاتا تو ان کی بہت تباہی ہوتی، پھر وہ اپنی رائے پر قائم نہ رہے بلکہ کہنے لگے: ﴿وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ﴾ ’’اور حکم آپ کے اختیار میں ہے۔‘‘ یعنی آپ جو رائے دیں گی اسی کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ وہ اس کی عقل مندی، حزم واحتیاط اور خیر خواہی کو جانتے تھے۔ ﴿فَانْظُرِيْ﴾ ’’پس دیکھیے‘‘ یعنی غور و فکر کیجیے! ﴿مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾ ’’آپ کیا حکم فرماتی ہیں۔‘‘

قوم سبا کی ملکہ نے اپنے سرداروں کو ان کی رائے سے صرف نظر کرنے پر راضی کرتے اور جنگ کا انجام واضح کرتے ہوئے کہا: ﴿اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا﴾ ’’بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو (قتل وغارت، لوٹ مار کر کے، لوگوں کو قیدی بنا کر اور گھروں کو اجاڑ کر) فساد برپا کرتے ہیں۔‘‘ ﴿وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً﴾ ’’اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔‘‘ یعنی وہ روساء اور اشراف کو ذلیل کرتے ہیں۔ پس یہ رائے درست نہیں ہے، نیز میں آزمائے بغیر اور کوئی ایسا آدمی بھیجے بغیر جو اس کے احوال پر سے پردہ ہٹا سکے، اس کی اطاعت قبول نہیں کروں گی تب ہمارا معاملہ بصیرت پر مبنی ہوگا۔ ملکہ نے کہا: ﴿وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ’’اور میں ان کی طرف کوئی تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں۔‘‘ یعنی سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ایلچی کو کیا جواب ملتا ہے آیا وہ اپنی رائے اور اپنے قول پر قائم رہتا ہے یا ہدیہ اسے فریب میں مبتلا کر کے اس کی رائے اور ارادے کو بدل دیتا ہے؟ نیز اس کے اور اس کی افواج کے کیا حالات ہیں؟ پس ملکہ نے اپنی قوم کے عقل مند اور اصحاب رائے لوگوں کو ہدیوں کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ﴾ ’’پس جب وہ (قاصد) سلیمان (علیہ السلام) کے پاس پہنچا۔‘‘ یعنی ملکہ کے ایلچی تحائف لے کر سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿قَالَ﴾ تو حضرت سلیمان نے ان کے انکار کرنے اور ان کی دعوت پر لبیک نہ کہنے پر سخت ناراض ہوتے ہوئے کہا: ﴿اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ﴾ ’’کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے۔‘‘ تمہاری ان چیزوں کی میرے نزدیک کوئی وقعت نہیں اور نہ ان کے آنے پر مجھے کوئی خوشی ہی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے شمار نعمتوں سے نواز کر ان چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ﴿بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾ ’’بلکہ تم ہی اپنے ہدیے پر اتراتے ہو۔‘‘ تم دنیا سے محبت کی بنا پر ان تحائف پر اتراتے ہو، تمہارے

پاس جو کچھ ہے وہ اس کی نسبت کہیں کم ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر رکھا ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ایلچی میں عقل و دانش دیکھی اور آپ نے اندازہ کرلیا کہ وہ آپ کے پیغام کو من وعن ملکہ تک پہنچا دے گا تو آپ نے خط لکھے بغیر پیغام دیا اور کہا: ﴿ارْجِعْ اِلَيْهِمْ﴾ ''ان کے پاس واپس جاؤ۔'' یعنی یہ تحائف واپس ان کے پاس لے جاؤ ﴿فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا﴾ ''ہم ان پر ایسے لشکر سے حملہ کریں گے' جس کے مقابلے کی ان کو طاقت نہ ہوگی۔'' ﴿وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال دیں گے۔'' پس وہ ایلچی واپس آیا اور ان کو سلیمان علیہ السلام کا پیغام پہنچا دیا اور وہ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم تھا کہ وہ ضرور ان کی طرف آئیں گے اس لئے انہوں نے اپنی مجلس میں موجود جنوں اور انسانوں سے کہا: ﴿اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ ''کوئی تم میں ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ مطیع ہو کر ہمارے پاس آئیں' اس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لے آئے۔'' تا کہ ان کے مسلمان ہونے سے پہلے پہلے ہم ان کے تخت میں تصرف کر سکیں کیونکہ ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے اموال حرام ہو جائیں گے۔

﴿قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ ''جنات میں سے ''عفریت'' نے کہا۔'' عفریت سے مراد وہ (جن وغیرہ) ہے جو نہایت طاقتور اور چست ہو۔ ﴿اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ﴾ ''قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں۔ میں اس کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں۔'' ظاہر ہے اس وقت سلیمان علیہ السلام شام کے علاقے میں تھے ان کے درمیان اور قوم سبا کے علاقے کے درمیان تقریباً چار ماہ کی مسافت تھی...... دو ماہ جانے کے لئے اور دو ماہ واپس لوٹنے کیلئے۔ بایں ہمہ اس عفریت نے کہا کہ اس تخت کے بڑا اور بھاری ہونے اور فاصلہ زیادہ ہونے کے باوجود وہ اسے لانے کا التزام کرتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مجلس سے کھڑا ہونے سے پہلے پہلے وہ اسے لا کر پیش کر دے گا۔ اس قسم کی طویل مجالس کی عادت یہ ہوتی ہے کہ یہ زیادہ تر چاشت کے وقت تک رہتی ہیں یعنی یہ مجالس دن کے تیسرے حصے تک جاری رہتی ہیں یہ عام معمول کے وقت کی انتہاء ہے تاہم اس وقت میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔

اس عظیم بادشاہ کی رعیت میں ایسے افراد موجود تھے جن کے پاس اتنی قوت اور قدرت تھی اور اس سے بھی بڑھ کر ﴿قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا بولا''...... مفسرین کہتے ہیں کہ وہ ایک عالم فاضل اور صالح شخص تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں رہتا تھا اسے ''آصف بن برخیا''

کہا جاتا تھا اس کے پاس ''اسم اعظم'' کا علم تھا جس کے ذریعے سے جو دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور جو سوال کیا جائے اللہ عطا کرتا ہے...... ﴿ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ﴾ ''میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے اسے آپ کے پاس حاضر کیے دیتا ہوں۔'' یعنی وہ اس ''اسم اعظم'' کے واسطے سے دعا مانگے گا اور تخت اسی وقت حاضر ہو جائے گا چنانچہ اس نے دعا مانگی اور ملکۂ سبا کا تخت فوراً حاضر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے یہی مراد ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یا اس کے پاس کتاب کا کوئی ایسا علم تھا جس کی بنا پر وہ دور کی چیز کو اور مشکل امور کو حاصل کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔ ﴿ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ ﴾ ''پس جب انہوں نے اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا۔'' تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی کہ اس نے آپ کو قدرت اور اقتدار عطا کیا اور تمام امور کو آپ کے لئے آسان کر دیا۔ ﴿ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ﴾ ''کہا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے' کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں۔'' یعنی وہ مجھے اس کے ذریعے سے آزمائے' چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے اقتدار' سلطنت اور طاقت سے ...... جیسا کہ جاہل ملوک و سلاطین کی عادت ہے...... کبھی فریب نہیں کھایا۔ بلکہ آپ کو علم تھا کہ یہ قوت و اقتدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے۔ وہ خائف رہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا نہ کر سکیں۔ پھر واضح کر دیا کہ شکر کا اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اس کا فائدہ شکر کرنے والے ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ فرمایا: ﴿ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴾ ''اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے نیاز' کرم کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ اس کے اعمال سے بے نیاز ہے' وہ کریم ہے بے پایاں بھلائی کا مالک ہے اس کی بھلائی شکر گزار اور ناشکرے سب کو شامل ہے' البتہ جو کوئی اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ مزید نعمتوں کا مستحق بنتا ہے اور جو کوئی اس کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے تو یہ ان کے زوال کا باعث بنتی ہے۔

پھر سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس والوں سے فرمایا: ﴿ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا ﴾ ''اس (ملکہ) کے لیے اس کے تخت کی صورت بدل دو۔'' یعنی اس تخت میں کچھ کمی بیشی کر کے اسے بدل ڈالو۔ ﴿ نَنْظُرْ ﴾ ہم اس بارے میں اس کی عقل کا امتحان لیں گے۔ ﴿ اَتَهْتَدِیْٓ ﴾ کیا اسے راہ صواب ملتی ہے اور اس کے پاس وہ ذہانت اور فطانت ہے جو اقتدار کے لائق ہے یا وہ اس سے محروم ہے؟ ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْ ﴾ ''پس جب وہ (ملکۂ سبا) سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔'' تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت ملکہ سبا کے سامنے پیش کیا اور جس تخت پر وہ متمکن تھی اسے وہ اپنے شہر میں چھوڑ کر آئی تھی۔ ﴿ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ﴾ ''پوچھا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی اسی طرح

کا ہے۔'' یعنی ہمارے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ آپ کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے۔ کیا وہ اس جیسا تخت ہے جو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے؟ ﴿قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ﴾ ''اس نے کہا' گویا کہ یہ وہی ہے۔'' یہ ملکہ سبا کی ذہانت وفطانت تھی کہ اس نے یہ نہیں کہا ''یہ تو وہی ہے'' کیونکہ اس میں تبدیلی ہو چکی تھی اور نہ اس نے اس کی نفی ہی کی کیونکہ وہ اس تخت کو پہچان چکی تھی اس لئے اس نے اپنے جواب میں ایسا لفظ استعمال کیا جو دونوں امور کا محتمل اور دونوں حالتوں پر صادق آتا تھا۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت اور عقل مندی پر حیران ہو کر اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے' کہ اس نے اسے اس سے بھی زیادہ عقل ودانش سے نوازا ہے' کہا: ﴿وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا﴾ ''اور ہم کو اس سے پہلے ہی علم ہو گیا تھا۔'' یعنی ہدایت' عقل ودانش اور حزم واحتیاط اس ملکہ سے پہلے عطا ہو چکی ہے ﴿وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم مسلمان ہیں۔'' اور یہی حقیقی اور نفع مند ہدایت ہے۔

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ ملکہ سبا کا قول ہو یعنی ''ہمیں سلیمان کی بادشاہت' سلطنت اور وسیع اقتدار کے بارے میں اس حالت سے پہلے ہی علم تھا' جو بہت لمبی مسافت سے ہمارا تخت منگوا کر پیش کرنے کی صورت میں ہم نے اس کی قدرت کا مشاہدہ کیا۔ ہم اس کے سامنے سر اطاعت خم کرتے ہوئے اور اس کی سلطنت اور اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے اطاعت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ کے سوا وہ جس کی پرستش کرتی تھی' اس نے اسے روکے رکھا۔'' یعنی اسے اسلام سے روکے رکھا ورنہ اس میں ذہانت وفطانت تھی جس کے ذریعے سے وہ باطل میں سے حق کو پہچان سکتی تھی۔ مگر حقیقت ہے کہ باطل عقائد بصیرت قلب کو زائل کر دیتے ہیں ﴿اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾ ''(اس سے پہلے) وہ کافروں میں سے تھی۔'' اس لئے وہ انہی کے دین پر قائم رہی۔ اہل دین سے کسی ایک شخص کا علیحدہ ہونا...... جبکہ اس کی دائمی عادت اس معاملے کے بارے میں یہ ہے کہ اس کی عقل اسے لوگوں کی گمراہی اور خطا قرار دیتی ہے...... بہت نادر چیز ہے' اس لئے اس کا کفر پر باقی رہنا کوئی تعجب انگیز نہیں ہے۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ ملکہ ان کی سلطنت کا مشاہدہ کرے جو عقول کو حیران کر دیتی ہے۔ پس آپ نے اس سے کہا کہ وہ محل میں داخل ہو' وہ ایک بلند اور وسیع بیٹھنے کی جگہ تھی اور یہ شیشے سے بنائی گئی تھی جس کے نیچے نہریں جاری تھیں۔ ﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً﴾ ''اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ تو جب اس نے اس کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھا۔'' کیونکہ شیشے شفاف تھے اور ان کے نیچے بہتا ہوا پانی صاف دکھائی دے رہا تھا اور وہ شیشہ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بذات خود چل رہا ہو۔ اس کے سوا کوئی چیز نہ ہو۔

﴿وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾ ''اور اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا'' پانی میں داخل ہونے کے لئے۔ یہ چیز بھی ملکہ کی عقل مندی اور اس کے ادب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ محل میں جہاں اسے داخل ہونے کے لئے کہا

گیا، داخل ہونے سے رکی نہیں۔ اسے علم تھا کہ صرف اس کے اکرام و تکریم کی خاطر ایسا کرنے کے لئے کہا گیا ہے اور سلیمان بادشاہ اور اس کی تنظیم نے حکمت اور دانائی کی بنیاد پر اسے تعمیر کرایا ہے اور جو کچھ اس نے دیکھا تھا اس کے بعد کسی بری حالت کے بارے میں اس کے دل میں ادنیٰ سا شک بھی نہ تھا۔ اور جب وہ ''پانی'' میں داخل ہونے کے لئے تیار ہوئی تو اس سے کہا گیا: ﴿ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ ﴾ ''یہ ایسا محل ہے جس میں جڑے ہوئے ہیں۔'' یعنی چکنا اور ملائم کیا گیا ہے ﴿ مِّنْ قَوَارِيْرَ ﴾ ''شیشوں سے۔'' اس لئے تجھے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پس جب وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچی، وہاں جو کچھ دیکھا اور اسے سلیمان علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کے بارے میں علم ہوا تو وہ اپنے کفر سے باز آ گئی اور کہنے لگی: ﴿ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ ''اے میرے رب! میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی، اب میں سلیمان کے ساتھ کائنات کے رب کی اطاعت قبول کرتی ہوں۔''

ملکہ سبا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ وہ قصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ خود ساختہ فروعات اور اسرائیلی روایات، جو تفسیر کے نام پر پھیلی ہوئی ہیں، ان کا اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفسیر سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس قسم کی روایات ایسے امور میں شمار ہوتی ہیں جن کا قطعی فیصلہ ایسی دلیل پر موقوف ہوتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔ اس قصہ میں منقول اکثر روایات اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ اس لئے کامل احتیاط یہ ہے کہ ان سے اعراض کیا جائے اور ان کو تفسیر میں داخل نہ کیا جائے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے طرف ثمود کی انکے بھائی صالح کو یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی، پس ناگہاں وہ دو فریق (مومن اور کافر ہو کر)

يَخْتَصِمُوْنَ (٤٥) قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

آپس میں جھگڑتے تھے ○ صالح نے کہا، اے میری قوم! کیوں جلدی طلب کرتے ہو تم برائی (عذاب) کو پہلے بھلائی (رحمت) سے،

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (٤٦) قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ

کیوں نہیں مغفرت طلب کرتے تم اللہ سے تاکہ تم رحم کیے جاؤ؟ ○ انہوں نے کہا، بدشگونی لی ہے ہم نے تیرے ساتھ اور ان لوگوں کیساتھ جو

مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (٤٧) وَكَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ

تیرے ہمراہ ہیں اس نے کہا تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو آزمائش میں ڈالے گئے ہو ○ اور تھے (اس) شہر میں

تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (٤٨) قَالُوْا تَقَاسَمُوْا

نو سرغنے، وہ فساد کرتے تھے زمین (ملک) میں اور نہیں (تھے) وہ اصلاح کرتے ○ انہوں نے کہا، قسم کھاؤ تم آپس میں

بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ

اللہ کی البتہ ضرور شب خون مارینگے ہم اس پر اور اسکے اہل پر پھر ضرور کہیں گے ہم اسکے وارثوں سے کہ نہیں موجود تھے ہم وقت ہلاکت کے اسکے اہل کی،

وَإِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۴۹) وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۵۰) فَانْظُرْ

اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں ○ اور انہوں نے چلی ایک چال اور ہم نے بھی چلی ایک چال اور وہ نہیں شعور رکھتے تھے ○ پس آپ دیکھیں،

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ أَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِيْنَ (۵۱) فَتِلْكَ

کیسا ہوا انجام ان کی چال کا؟ بے شک ہم نے ہلاک کر دیا ان کو اور ان کی قوم کو سب کو ○ پس یہ

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۵۲)

گھر ہیں انکے اجڑے ہوئے بوجہ اسکے کہ ظلم کیا انہوں نے، بلاشبہ اسمیں البتہ نشانی (عبرت) ہے ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں ○

وَأَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (۵۳)

اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور تھے وہ (اللہ سے) ڈرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے معروف قبیلہ ثمود میں، ان کے نسبتی بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے ان کو حکم دیا کہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور بتوں اور خود ساختہ معبودوں کی عبادت چھوڑ دیں۔ ﴿فَإِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ”پس وہ دو فریق ہو کر جھگڑنے لگے۔“ ان میں ایک مومنوں کا گروہ تھا اور دوسرا کفار کا گروہ تھا جو بہت بڑا تھا۔ ﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾ ”انہوں (صالح علیہ السلام) نے کہا، اے میری قوم! تم نیکی سے پہلے برائی کے لیے کیوں جلدی مچاتے ہو؟“ یعنی تم برائیوں کے ارتکاب میں جلدی کیوں کرتے ہو؟ اور اس نیکی سے بڑھ کر برائی کرنے کے حریص کیوں ہو جو نیکی تمہارے احوال کو درست اور تمہارے دینی اور دنیاوی امور کی اصلاح کرتی ہے حالانکہ کوئی ایسا امر نہیں جو تمہیں برائیوں کے ارتکاب پر مجبور کرتا ہو؟ ﴿لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ﴾ ”تم اللہ سے مغفرت کیوں نہیں طلب کرتے؟“ یعنی اپنے شرک اور نافرمانی سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں بخش دے ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ”تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے بہت قریب ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے والا نیک لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

﴿قَالُوْا﴾ انہوں نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کی تکذیب اور آپ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا: ﴿اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ﴾ ”تم اور تمہارے ساتھی ہمارے لیے شگون بد ہیں۔“ ان کا خیال تھا...... اللہ ان کا برا کرے...... کہ انہوں نے صالح (علیہ السلام) میں بھلائی کی کوئی بات نہیں دیکھی۔ انہیں جو دنیاوی مقاصد حاصل نہیں ہوتے تھے وہ اس کا سبب صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین کو گردانتے تھے۔ اس لئے صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ”تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کی پاداش میں تم پر مصائب نازل کرتا ہے ﴿بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾ ”بلکہ تم ایسے لوگ ہو جنہیں (خوشحالی اور بدحالی، خیر اور شر

کے ذریعے سے) آزمایا جاتا ہے" تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ آیا تم گناہوں سے باز آ کر توبہ کرتے ہو یا نہیں؟ اپنے نبی کو جھٹلانے اور اس کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کی ان کی یہ عادت تھی۔ ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ "اور شہر میں تھے۔" یعنی اس شہر میں، جس میں صالح علیہ السلام اور ان کی اکثر قوم رہتی تھی۔ ﴿تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ "نو شخص، جو ملک میں فساد برپا کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔" یعنی زمین میں فساد برپا کرنا، ان کا وصف تھا اور وہ اصلاح کا کوئی کام کرتے تھے نہ اس کا وہ ارادہ رکھتے تھے۔ وہ صالح علیہ السلام کی دشمنی، آپ کے دین میں طعن و تشنیع اور اپنی قوم کو بھی اسی راہ پر چلانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ (الشعراء: ۲٦/۱۵۰-۱۵۲) "اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو وہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح کا کوئی کام نہیں کرتے۔"

وہ اسی بری حالت میں رہے حتیٰ کہ ان کی عداوت یہاں تک پہنچ گئی ﴿تَقَاسَمُوْا﴾ "انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قسم دے کر کہا" ﴿لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ﴾ "ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے۔" یعنی ہم رات کے وقت اس کے اور اس کے اہل خانہ کے پاس آئیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے ﴿ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ﴾ "پھر ہم اس کے وارث کو کہہ دیں گے۔" جب وہ کھڑا ہو کر ہمارے خلاف قتل کا دعویٰ کرے تو ہم حلف اٹھا کر اس کا انکار کر دیں گے اور کہیں گے۔ ﴿مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ "ہم اس کے اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہیں تھے اور ہم سچے ہیں۔" پس انہوں نے اس پر ایکا کر لیا۔ ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا﴾ "اور انہوں نے مکر کیا۔" انہوں نے خفیہ طور پر حضرت صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں کو قتل کرنے کے منصوبے کی پوری تدبیر کر لی۔ حتیٰ کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے اولیاء کے خوف سے اس بات کو اپنی قوم سے بھی چھپائے رکھا۔ ﴿وَّمَكَرْنَا مَكْرًا﴾ "اور ہم نے بھی ایک چال چلی۔" یعنی اپنے نبی صالح علیہ السلام کی مدد، ان کے معاملے کو آسان بنانے اور ان کی قوم میں سے جھٹلانے والوں کو ہلاک کرنے کے لئے چال چلی۔ ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ "اور انہیں کوئی خبر نہ تھی۔" ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ﴾ "پس دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا؟" کیا انہوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا؟ کیا اس چال سے انہوں نے اپنا مطلوب پا لیا یا ان کا معاملہ بگڑ گیا؟ اس لئے فرمایا: ﴿اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ "ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو ہلاک کر دیا۔" ہم نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ پس عذاب کی ایک چنگھاڑ ان کے پاس آئی اور ان کا آخری آدمی تک ہلاک کر دیا گیا۔ ﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ﴾ "اب ان کے یہ گھر خالی پڑے ہیں۔" یعنی ان کی دیواریں چھتوں سمیت منہدم ہو گئیں، گھر اجڑ گئے اور اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گئے ﴿بِمَا ظَلَمُوْا﴾ "بسبب اس

کے جو انہوں نے ظلم کیا۔'' یعنی یہ تھا ان کے ظلم' اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے شرک اور زمین میں ان کی سرکشی کا انجام۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ﴾ ''بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو (حقائق کو) جانتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے دشمنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جو عادت رہی ہے اس میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں' وہ خوب جانتے ہیں کہ ظلم کا انجام تباہی اور ہلاکت ہے۔ ایمان اور عدل کا انجام نجات اور کامیابی ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے تھے' ان کو ہم نے نجات دی۔'' یعنی ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' روز آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھتے تھے' شرک اور گناہ سے بچتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تھے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (۵۴) اَئِنَّکُمْ

اور (یاد کریں) لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم سے، کیا آتے ہو تم بے حیائی (بدفعلی) کو اس حال میں کہ تم دیکھتے ہو ○ کیا بیشک تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَہْوَۃً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْہَلُوْنَ (۵۵)

البتہ آتے ہو مردوں کے پاس جنسی خواہش کی تسکین کیلئے چھوڑ کر (اپنی) عورتوں کو، بلکہ تم لوگ جہالت کا ارتکاب کرتے ہو ○

فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِکُمْ ۚ اِنَّہُمْ

پس نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ انہوں نے کہا، نکال دو تم لوط کے ماننے والوں کو اپنی بستی سے، بے شک وہ

اُنَاسٌ یَّتَطَہَّرُوْنَ (۵۶) فَاَنْجَیْنٰہُ وَاَہْلَہٗٓ اِلَّا امْرَاَتَہٗ ۫ قَدَّرْنٰہَا

ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف بنتے ہیں ○ پس نجات دی ہم نے اسے اور اسکے اہل کو سوائے اسکی بیوی کے فیصلہ کیا تھا ہم نے اسکی بابت

مِنَ الْغٰبِرِیْنَ (۵۷) وَاَمْطَرْنَا عَلَیْہِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ (۵۸) ؑ

(کہ ہوگی وہ) پیچھے رہنے والوں میں سے ○ اور بارش برسائی ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش پس بری تھی بارش ڈرائے گئے لوگوں کی ○

ع۴ ۱۹

ہمارے بندے اور رسول لوط (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے اور ان کے فضیلت والے واقعات کی خبر دیجئے۔ جب انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے اور ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ﴾ ''کیا تم بے حیائی کرتے ہو؟'' یعنی تم ایک ایسا گندہ کام کرتے ہو جسے عقل و فطرت انتہائی فحش اور شریعت قبیح گردانتی ہے۔ ﴿وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور تم دیکھتے ہو'' اور اس کی قباحت کو جانتے ہو۔ تم نے عناد' ظلم اور اللہ تعالیٰ کے حضور جسارت کی بنا پر اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس (فاحشۃ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَئِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَہْوَۃً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ﴾ ''کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت کے لیے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو۔'' یعنی تم اس حالت کو کیسے پہنچ گئے کہ تم اپنی شہوت مردوں سے پوری کرتے ہو

جبکہ ان کی پیٹھیں غلاظت، گندگی اور خباثت کا مقام ہیں اور اللہ نے تمہارے لیے جو عورتیں اور ان کی پاکیزہ چیزیں پیدا کیں، تم نے ان کو چھوڑ دیا جن کی طرف میلان نفوس کی جبلت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ تمہارا معاملہ بالکل الٹ ہو گیا تم نے برے کو اچھا اور اچھے کو برا بنا دیا ﴿ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ تم جاہل لوگ ہو۔'' یعنی تم اس فعل کی قباحت اور اس پر مرتب ہونے والی سزا اور عذاب سے جاہل ہو۔

﴿ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ ﴾ ''آپ کی قوم کا جواب صرف یہ تھا۔'' ان کا جواب قبولیت پر مبنی تھا نہ وہ گناہوں سے باز آئے اور نہ انہوں نے کوئی نصیحت ہی پکڑی۔ اس کے برعکس ان کا جواب تو عناد، مخالفت، اپنے نبی اور اپنے امانت دار رسول کو اس کے وطن اور شہر سے جلاوطن کرنے کی دھمکی پر مبنی تھا۔ ﴿ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ﴾ ''انہوں نے کہا کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو۔'' گویا ان سے پوچھا گیا کہ تم لوط علیہ السلام کے گھرانے سے کیوں ناراض ہو ان کا وہ کون سا گناہ ہے جو ان کو بستی سے نکالنے کا موجب ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ ﴿ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴾ ''وہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔'' یعنی وہ مردوں کے ساتھ بدفعلی سے بچتے ہیں...... اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے...... انہوں نے بہترین نیکی کو بدترین برائی بنا دیا۔ انہوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ ان کے نبی نے ان کو جو نصیحت کی انہوں نے اس کی نافرمانی کی بلکہ وہ اس حد تک پہنچ گئے کہ اسے اپنی بستی سے نکالنے کا ارادہ کر لیا، مصیبت کا دارومدار زبان پر ہوتا ہے، اس لئے کہنے لگے ﴿ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف: ٨٢/٧) ''انہیں اپنی بستی سے نکال باہر کرو وہ بڑے پاکباز لوگ بنتے ہیں'' اور اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ تم ایسی خباثت اور گندگی میں لتھڑے ہوئے ہو جو تمہاری بستی پر نزول عذاب اور جو اس بستی سے نکل جائے اس کی نجات کا تقاضا کرتی ہے۔

﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴾ ''پس ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی۔ مگر ان کی بیوی کہ اس کی نسبت ہم نے مقرر کر رکھا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہو گی۔'' اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مہمانوں کی شکل میں فرشتے لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی قوم کو ان (خوبصورت) مہمانوں کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ برائی کے ارادے سے لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ لوط علیہ السلام نے دروازہ بند کر لیا اور ان پر معاملہ بہت شدت اختیار کر گیا۔ پھر فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو صورت حال سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ وہ انہیں ان سے بچانے اور ان بدکاروں کو ہلاک کرنے آئے ہیں اور ان کی ہلاکت کے لیے صبح کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ وہ اپنی بیوی کے سوا تمام گھر والوں کو لے کر راتوں رات یہاں سے نکل جائیں کیونکہ ان کی بیوی پر بھی وہی عذاب نازل ہونے والا ہے جو بستی والوں پر نازل ہو گا۔ لوط علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات بستی سے نکل گئے اور بچ گئے اور صبح ہوتے ہی یک دم عذاب

نے بستی کو آ لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بستی کو تلپٹ کر دیا اور اوندھا کر کے اوپر کے حصے کو نیچے کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر تابڑ توڑ کھنگر کے پتھر برسائے جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے ہاں نشان زدہ تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ ”اور ہم نے ان پر مینہ برسایا پس (جو) مینہ ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر برسایا گیا وہ بہت برا تھا۔“ یعنی بہت بری تھی وہ بارش جو ان پر برسائی گئی اور بہت برا تھا وہ عذاب جو ان پر نازل کیا گیا۔ ان کو ڈرایا گیا اور خوف دلایا گیا مگر وہ بدکاری سے رکے نہ باز آئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی سخت عذاب نازل کر دیا۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ

کہہ دیجیے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے چن لیا،

آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ ؕ

کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں وہ (لوگ) شریک ٹھہراتے ہیں؟ ○

یعنی کہہ دیجیے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ ”حمد و ستائش اللہ ہی کے لئے ہے“ جو اپنے کمال اوصاف، اپنے جمال عطا و بخشش، اہل تکذیب کو سزا دینے اور ظالموں کو عذاب دینے میں عدل و حکمت کی بنا پر کامل حمد و ستائش اور مدح و ثناء کا مستحق ہے۔ نیز اس کے بندوں انبیاء و مرسلین پر سلام بھیجیے جن کو اس نے تمام جہانوں میں سے منتخب فرمایا جو رب کائنات کے چنے ہوئے اور محبوب بندے تھے اور یہ اس لئے ہے تاکہ ان کا ذکر اور ان کی تعظیم اور زیادہ ہو نیز اس لئے بھی کہ وہ شر اور گندگی سے پاک ہیں، اپنے رب کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ نقائص و عیوب سے محفوظ ہے۔

﴿ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ”بھلا اللہ بہتر ہے یا جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں؟“ یہ استفہام محقق اور معروف ہے، یعنی اللہ، رب عظیم، جو کامل اوصاف اور عظیم الطاف کا مالک ہے، بہتر ہے یا یہ اصنام و اوثان بہتر ہیں، جن کی یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کرتے ہیں، جو ہر لحاظ سے ناقص ہیں جو کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان، جو خود اپنے لئے اور اپنے عبادت گزاروں کے لئے ذرہ بھر بھلائی کے مالک نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان ہستیوں سے بہتر ہے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔